اجراء حسبِ ارشاد: شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی قدس سرہ

مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول
(مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مدیر
ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۲۶ | جمادی الثانی سنہ ۱۴۴۷ھ | دسمبر سنہ ۲۰۲۵ء | شمارہ ۱۲

ذم المکروهات

تین باتوں کی ممانعت (قسط دوم)

(فضول گفتگو، فضول سوال، فضول خرچی)

ازافادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۷۵ روپے | زرسالانہ =/۹۰۰ روپے

ناشر: (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۲۰/۱۳ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ لاہور پاکستان

ماہنامہ الامداد لاہور
35422213
35433049

پتہ دفتر
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ
۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

وعظ: ذم المکروہات

(تین باتوں کی ممانعت) (قسط دوم)

(فضول گفتگو، فضول سوال، فضول خرچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے ’’ذم المکروہات‘‘ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ کو حافظ غوث صاحب کی کوٹھی میرٹھ میں صاحب خانہ کی درخواست پر ڈھائی گھنٹے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا جس کو حکیم مصطفی صاحب بجنوری نے ضبط فرمایا سامعین کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی شب چہار شنبہ میں بعد نماز عشاء وعظ شروع ہوا تھا۔ جن میں ان تمام گناہوں کی مذمت بیان کی گئی جو انسان سے سرزد ہوتے ہیں آپ نے فرمایا امراض کی دو قسمیں ہیں جسمانی اور روحانی۔ جسمانی امراض کا اثر اور تکلیف تو موت تک رہے گی پھر ختم اور مرض روحانی نام ہے ایسے گناہ کا جس کا اثر مرنے کے بعد بھی رہتا ہے پھر گناہوں کی اقسام بھی بیان فرمائیں کہ گناہ دو قسم کے ہیں ظاہری اور باطنی، زیادہ تر گناہوں کا ارتکاب زبان سے ہوتا ہے اس کی حفاظت کی تاکید فرتے ہوئے فضول سوال و جواب کی مذمت فرمائی انتہائی مفید وعظ ہے ادارہ سے طبع کیا جا رہا ہے لیکن طوالت کے پیشِ نظر تین قسطوں میں طبع ہوگا۔ ان شاء اللہ

خلیل احمد تھانوی

۲۵/۱۰/۱۱

نوٹ: اس وعظ کی پہلی قسط کا آخری عنوان (غیبت کا دنیاوی نقصان) تھا اور اس دوسری قسط کا پہلا عنوان (غیبت چھپی نہیں رہتی) ہے۔

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
①..........	غیبت چُھپی نہیں رہتی..................	۷
②..........	عداوت کا نقصان..................	۷
③..........	شریعت کی خوبی..................	۹
④..........	بدگمانی سے احتراز..................	۱۰
⑤..........	عداوت کا دینی نقصان..................	۱۰
⑥..........	محبت کا فائدہ..................	۱۱
⑦..........	ہدیہ اور رشوت میں فرق..................	۱۱
⑧..........	قابلِ قدر ہدیہ..................	۱۲
⑨..........	دنیاوی ہدایا کا حال..................	۱۲
⑩..........	ہدیہ میں اخلاص کی اہمیت..................	۱۳
⑪..........	اہل اللہ اور اہلِ دنیا کی محبت میں فرق..................	۱۴
⑫..........	نام ونمود وریاء کی برائی..................	۱۵
⑬..........	ریاء کی مختلف صورتیں..................	۱۶
⑭..........	کثرتِ کلام سے احتراز..................	۱۹
⑮..........	بلاتحقیق بات سے احتراز..................	۱۹
⑯..........	سلطانُ الاولیاء کی احتیاط..................	۲۰
⑰..........	سنی سنائی بات کونقل کرنے کی ممانعت..................	۲۱
⑱..........	گناہ کی ایک قسم..................	۲۲
⑲..........	موضوع روایات بیان کرنے کا نقصان..................	۲۳
⑳..........	روایاتِ صحیحہ کے بیان کا اثر..................	۲۴
㉑..........	شعراء کی بے اعتدالیاں..................	۲۴
㉒..........	قابلِ احتراز کتابیں..................	۲۵
㉓..........	قابلِ مطالعہ کتب..................	۲۶
㉔..........	وقت کی قدر..................	۲۶

㉕	سوچ کر کام کیجئے	۲۶
㉖	زبان کی روک تھام	۲۷
㉗	کتاب نور نامہ کی حقیقت	۲۸
㉘	دعائے گنج العرش کی حقیقت	۲۸
㉙	قرآن وحدیث کی دعائیں	۳۰
㉚	آج کل کا ذوق	۳۰
㉛	ناول پڑھنے کا نقصان	۳۱
㉜	کتابوں کا اثر	۳۱
㉝	بعض کتب کے مطالعہ کو منع کرنے کی وجہ	۳۲
㉞	عورتوں کی آواز کا پردہ	۳۳
㉟	مطالعۂ کتب کے انتخاب کا معیار	۳۴
㊱	تصوف کی کتب کا مطالعہ ہر ایک کے لیے مفید نہیں	۳۵
㊲	ہر شخص کو ہر کتاب کا مطالعہ مفید نہیں	۳۶
㊳	بغیر استاد ترجمہ قرآن پڑھنے کی ممانعت	۳۷
㊴	ہر کتاب قابلِ اعتبار نہیں	۳۸
㊵	غیر مذہب اور باطل فرقوں کی کتابیں دیکھنے سے احتراز کریں	۴۰
㊶	عافیت کی کنجی	۴۱
㊷	زبان کے گناہوں سے بچنے کی تدبیر	۴۲
㊸	تدارکِ گناہ	۴۳
㊹	زبان کی قدر ومنزلت	۴۴
㊺	زبان کی حفاظت	۴۴
㊻	قاعدہ کلیہ	۴۵
㊼	کثرتِ کلام کا منشاء	۴۵
㊽	تکبر کا علاج	۴۶
㊾	ایک بزرگ کا حال	۴۸
㊿	حضرت بایزیدؒ کا حال	۴۸
51	اخبارُ الجامعہ	۵۰

ماہ نومبر 2025ء کے وعظ کا آخری عنوان (غیبت کا دنیاوی نقصان) تھا۔

غیبت چھپی نہیں رہتی

پھر یہ خبر بھی چھپی نہیں رہتی اور پہلے شخص کے پاس یہ روایت بھی پہنچتی ہے کہ اس شخص نے تمہیں ایسا ایسا کہا اس کو اور جوش زیادہ ہوتا ہے اور پہلے اگر غیبت ایک کی تھی تو اب دس کرتا ہے اور یہ خبر دوسرے کو پہنچتی ہے پھر کیا وہ پیچھے رہنے لگا ہے وہ بھی دس قدم آگے بڑھتا ہے غرض دونوں میں اچھی خاصی عداوت ہو جاتی ہے۔ ایک عجیب لطف یہ ہے کہ بعض غیبت کرنیوالے یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو کیسے خبر پہنچے گی بلکہ بعضے مخاطب سے یہ کہتے ہیں کہ میاں کسی سے ذکر نہ کرنا خود تو دوسرے سے ذکر کر دیا اور دوسرے کو نصیحت ہے کہ ذکر نہ کرنا جو کام اپنے آپ سے نہ ہو سکے دوسرے سے اس کے ہو سکنے کی توقع عجیب بات ہے جب بات دوسرے کے منہ تک پہنچ گئی پھر چھپنا کیا معنی؟۔ میں کہتا ہوں کہ کوئی غیبت بھی نہیں چھپ سکتی کیونکہ غیبت اکیلے تو ہوتی نہیں کم از کم دو آدمیوں میں ہوتی ہے جب بات ایک سے دوسرے تک پہنچ گئی تو اپنے قابو سے باہر ہو گئی اب جہاں تک بھی پہنچے روک تھام نہیں ہو سکتی زبان سے بات نکالنے کے بعد یہ توقع کرنا کہ چھپ سکے گی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں تک عقل کے موافق ہے۔

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

منہ نکلی بات تو ضرور شائع ہو جاتی ہے اور بغیر اثر لائے نہیں رہتی لہٰذا غیبت سے عداوت پیدا ہونا لازمی امر ہے۔

عداوت کا نقصان

پھر عداوت وہ چیز ہے کہ جب دو شخصوں میں پیدا ہو جاتی ہے تو دونوں کو کسی کام کا نہیں چھوڑتی۔ دونوں کو سوائے نقصان پہنچانے کے کوئی مشغلہ نہیں رہتا ہے سب سے پہلے تو یہ ہے کہ عداوت ہوتے ہی نماز کا حظ اور لطف جاتا رہتا کیونکہ قلب کو دوسرے کی مضرت رسانی میں اس قدر مشغولی ہوتی ہے کہ اس سے فرصت ہی نہیں ملتی اور وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا کا مصداق ہو جاتا ہے جو منافقین کی شان میں وارد

ہے نماز تو اول ہی روز سے رخصت ہوئی اور یہ مشغلے مزید برآں شروع ہوئے کہ چوری کروادی جوتے اُڑوا دیے پولیس کو مخالف بنا دیا حکام کو بدظن کر دیا تجارت میں نقصان پہنچا دیا۔ بہت سی نظیریں ایسی ملیں گی کہ دو شخص اچھے اچھے مالدار ایک ذراسی عداوت میں خاک میں مل گئے کسی بات میں مقدمہ بازی شروع ہوگئی پھر ہائیکورٹ سے ادھر کس کا اطمینان ہوتا ہے دونوں کا کورٹ ہی ہو کر رہتا ہے۔ غرض عداوت ہونے کی دیر ہے کہ دونوں خاک ہی میں ملے رکھے ہیں اور ان دو شخصوں پر ہی منحصر نہیں یہ عداوت ایسی بری بلاء ہے کہ دو شخصوں سے دو خاندانوں تک پہنچتی ہے اور دو خاندانوں سے دو قوموں تک پہنچتی ہے اور دیرپا ایسی ہے کہ قرنوں اور پشتوں تک ممتد رہتی ہے ① اور سب اسکے نتائج بد سے پامال ہو جاتے ہیں غرض عداوت میں جان کا بھی نقصان اور مال کا بھی نقصان ،دنیا کا بھی نقصان، دین کا بھی نقصان ہے، دین کا نقصان یہ ہے کہ بدلہ لینے میں ہوش نہیں رہتا کہ یہ فعل جو اس کی مکافات میں ② کیا جاتا ہے جائز ہے یا ناجائز؟ وہ تدبیریں نقصان پہنچانے کی کی جاتی ہیں کہ انتقام میں بھی اُن کا کرنا جائز نہیں۔ عورتیں ٹوٹکے کراتی ہیں اور سفلیات سے عمل کراتی ہیں کہ اس کی اولاد مر جائے یا اس کو کسی قسم کی بری بیماری لگ جائے اس میں قطع نظر تجاوز عن الحد ③ کے اس فعل کا گناہ علیحدہ ہے محض ٹوٹکے اور سفلی عملیات ایسے ہیں جو موجب شرک ہیں لیجیئے ایمان بھی گیا پھر نقصان رسانی کیلئے رشوتیں دیتے ہیں اور بے جا خوشامدیں کرتے ہیں یہ باتیں سب نا جائز ہیں اس سے کیا بدلہ لیا کہ اپنے اوپر گناہوں کی پوٹ باندھ لی بعض دفعہ ذرا ذراسی عداوت سے ایک ملک کو اور ایک قوم کی قوم کو ایک شخص نے تباہ کر دیا نہ حقِ نمک کا خیال رہا نہ حق اللہ کا نہ حق العبد کا ذراسی جھوٹی مخبری کردی اور بہت سوں کو قتل کرا دیا بچے ان کے یتیم ہوگئے عورتیں بیوہ ہوگئیں خاندان کے خاندان بے چراغ ہوگئے کیا اسکا کچھ وبال نہیں پڑے گا؟ عذاب اخروی تو رہا درکنار دنیا میں بھی یہ ہوگا۔

نماند ستمگار بد روزگار بماند بر و لعنت پائدار ④

ہمیشہ کیلئے ہر شخص کی زبان پر یہ رہیگا کہ بڑا نمک حرام تھا اور نتیجہ کا ہے کا ہے؟ صرف عداوت کا حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فساد ذات البین مونڈنے

① صدیوں اور کئی پشتوں تک چلتی ہے ② اس کے بدلے میں ③ حد سے تجاوز کرنے کے علاوہ ④ ستمگر نہ بنو ورنہ ہمیشہ تم پر لعنت ہوتی رہے گی۔

والی چیز ہے میری مراد یہ نہیں ہے کہ باتوں کو مونڈ دیتی ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے کہ ایک کیل تک بھی نہیں چھوڑتی لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو آپس کی باتیں ہیں انکو شریعت سے کیا تعلق۔

شریعت کی خوبی

میں کہتا ہوں کہ شریعت کا تعلق کا ہے سے نہیں؟ کیا خدا کی خدائی سے باہر یہ کام ہوتے ہیں؟۔ ایک حاکم دنیائے قانون کو بھی رعایا کے افعال میں دخل ہوتا ہے پھر خدائی قانون کو آپ کے افعال میں کیسے دخل نہیں؟۔ خدا تعالیٰ کو ہمارے جملہ افعال میں دخل تام ہے اور ان کیلئے قانون مقرر کر دیا ہے جس میں کسی کو مجال دم زدنی نہیں ہے اور وہ قانون ایسا ہے کہ ہمارے نفع کا بھی ہے۔ دیکھئے عداوت سے اگر منع کیا گیا تو کیا ظلم ہے حیوان سے انسان بنایا گیا تو کیا برا ہو گیا ہمارے ہی بھلے کے واسطے یہ باتیں بتائی گئیں ہیں جس کی یہ قدر کی کہ بیبا کی کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ شریعت کو ہمارے افعال میں کیا دخل ہے؟ میں کہتا ہوں غنیمت ہے کہ دین میں بری باتوں کی برائی اور اصلاح موجود ہے اگر بالفرض یہ اصلاح نہ ہوتی تو حاملان شریعت کو کوئی بھی چین نہ لینے دیتا۔ ہر شخص کی زبان پر یہی ہوتا کہ شریعت میں عداوت جیسی بری چیز کی طرف بھی توجہ نہیں کی گئی یہ کیسا دین ہے؟۔لیکن جب ہر قسم کی اصلاح موجود ہے اور ایسی موجود ہے کہ باید شاید ① کہ ایسی اصلاح کسی حکیم کے کلام میں بھی موجود نہیں تو اسکی یہ قدر کی گئی کہ مسلمان ہی یوں کہتے ہیں کہ دین کو ان کاموں سے کیا تعلق۔ ہم لوگوں کو ذرا ہوش سنبھالنا چاہئے۔ صاحبو! ہمارے دین میں اس مرض کو اتنی دور سے پکڑا گیا ہے کہ کوئی مذہب اور کوئی عقلمند بھی اس طرح نہیں پکڑ سکا۔ (مذہب سے میری مراد غیر آسمانی مذاہب مراد ہیں ورنہ آسمانی تو سب ایک ہیں۔ سب میں انکی اصلاح ہے بشرطیکہ تحریف نہ کی گئی ہو) بتلایئے یہ کس عقلمند کے قانون میں ہے کہ غیبت نہ کرو اور کیا غیبت کی ایسی تعریف کسی کے کلام میں ہے جیسی شریعت میں ہے اور شریعت نے اس پر بھی اس کی ایک اور اصل کو پکڑا ہے کہ کثرتِ کلام سے منع فرمایا جب کثرت کلام ہی نہ ہوگی تو غیبت کی نوبت کیوں آئے گی۔

بدگمانی سے احتراز

بلکہ اس میں سے بھی دوسری نصوص میں ایک اور اصل الاصول کو پکڑا ہے یعنی

① کسی حکیم کے کلام میں بھی شاید ہی ایسی اصلاح ہو۔

ظن اور گمان سے منع فرمایا ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث① اور اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم② کیونکہ اکثر باتیں محض گمان پر ہوتی ہیں جب بدگمانی سے روک دیا گیا تو باتیں خود ہی کم ہوں گی اور غیبت تو کبھی بھی نہ ہوگی۔ بتلایئے کس قانون میں اور کس رفارمر کے اور کس عقلمند کے وصایا میں یہ تدابیر ہیں یہ شریعت ہی کے خصوصیات میں سے ہے ہاں نظر کرنے کی بے شک حاجت ہے بدون نظر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

عداوت کا دینی نقصان

اور نہ معلوم یہ کہاں تک صحیح ہے کہ عداوت اور فساد ذات البین کو مفاسد دنیا ہی سے تعلق ہے اور اس سے دین میں خلل نہیں آتا ذرا ان لوگوں کی حالت دیکھئے جن میں عداوت ہو جاتی ہے۔ کہ ان کو دین کی خبر ہی نہیں رہتی کسی عارف سے اُن کے حالات دکھا کر پوچھئے تو وہ بیساختہ کہہ اٹھے گا کہ یہ لوگ اسوقت خدا کو چھوڑ کر ایک دوسرے خدا کی پرستش میں پڑے ہوئے ہیں دونوں کا خدا اسوقت ضرر رسانی فریق ثانی ہوتا ہے نہ نماز کی خبر رہتی ہے نہ روزہ کی بس بغل میں بستہ ہے اور وکیل صاحب کے یہاں موجود ہیں یا کچہری میں ہیں اور روپیہ لٹا رہے ہیں۔ اور دھکے کھا رہے ہیں اور آج ضلع میں ہیں اور کل کمشنری میں اور پرسوں ہائی کورٹ میں اور لطف یہ کہ اپنی اس گت کی بھی خبر نہیں بس اس میں مگن ہیں کہ اب کام مارا اور اسکو نیچا دکھایا۔ صاحبو! انصاف سے کہیئے کہ یہ اس کو ہی نیچا دکھانا اور ذلیل کرنا ہے یا اپنے آپ بھی نیچا دیکھنا اور ذلیل ہونا ہے ہاں حس پلٹ جائے اور تلخی شیریں معلوم ہونے لگے تو کسی خطاب ہی کی ضرورت نہیں۔ قربان جایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن چیزوں سے منع فرمایا ہے وہ ایسی ہیں جن میں کوئی حظ بھی نہیں۔ جس گناہ کو چاہئے دیکھ لیجئے وہ ایسا ہی نکلے گا جس میں بہت سی خرابیاں ہوں گی اور صرف آخرت ہی کا گناہ نہ ہوگا بلکہ دنیا کو بھی غارت کرنے والا ہوگا عداوت کے متعلق جو کچھ میں نے عرض کیا اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ کس درجہ بری چیز ہے اور کیسے نتائج بد کا سبب ہے پھر بتلایئے یہ قابل منع ہے یا نہیں؟ ۔ عداوت رکھنے والوں کی دنیا بھی کس قدر گندی رہتی ہے۔

① بدگمانی سے بچو کہ وہ سب سے بڑا جھوٹ ہے صحیح البخاری کتاب الادب رقم الحدیث ۶۰۶۶ ② بدگمانی سے احتراز کرو کہ اکثر گمان گناہ ہوتا ہے، الحجرات: ۱۲۔

محبت کا فائدہ

اور اسکے مقابلہ میں محبت والوں کو دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ ان کی دنیا بھی نہایت پر لطف ہے جب دو دوست محبت خالص کیساتھ ملتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں ہیں اس کی قدر ہم لوگ کیا جان سکتے ہیں ہم میں تو محبت و اخلاص کا وجود ہی نہیں مگر میں اس کا نمونہ دکھلاتا ہوں۔ دیکھئے دنیا ہی کیلئے جب کسی سے ملنے جایئے اور وہ آپ سے تہذیب سے ملے اور آپ کی خاطر داری اور عزت کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور آپ بھی اس کی خاطرداری اور عزت میں کمی نہ کریں تو دیکھئے کیسا لطف آتا ہے حالانکہ آجکل اہل دنیا کی تہذیب صرف صورت تہذیب ہے حقیقت کا اس میں پتہ بھی نہیں بلکہ جہاں تہذیب زیادہ بڑھ جاتی ہے وہاں حقیقت میں محبت کی ضد پیدا ہو جاتی ہے ظاہر میں بات بات پر سلام کرتے ہیں کھڑے ہو جاتے ہیں فقرہ فقرہ پر بچھے جاتے ہیں مگر پیٹھ پیچھے مردود وملعون کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ سہی مگر اس ظاہری تہذیب میں بھی لطف آتا ہے اور ملکر طبیعت خوش ہو جاتی ہے پھر اگر ظاہری ملاطفت ① ساتھ کے حقیقی محبت وخلوص بھی ہو تو اسکا جو اثر طرفین پر ② ہوسکتا ہے اسکا اندازہ ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں سچ یہ ہے کہ دو محبوں کے ملنے سے جنت کا سا لطف دنیا ہی میں آجاتا ہے یہی وہ محبت ہے جس کی تعریف اور فضیلت حدیث میں آئی ہے کہ قیامت کے دن پکارا جائیگا این المتحابون بجلالي اليوم اظلهم في ظلّي عرشي يوم لا ظلّ الا ظلّي ③ یعنی فرشتہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پکاریگا کہ وہ لوگ کہاں ہیں کہ جو آپس میں خالصاً لوجہ اللہ محبت رکھتے تھے آج میں اپنے عرش کے نیچے ان کو سایہ دوں گا جبکہ کوئی سایہ نہیں سوا میرے عرش کے سایہ کے لوگ آپس میں ملنے کو دنیا سمجھتے ہیں یہ دنیا نہیں، دین ہے مگر یہ دیکھنا چاہئے کہ محبت وخلوص کتنوں کو حاصل ہے باہمی محبت عجیب چیز ہے، جب خلوص سے دو آدمی ملتے ہیں تو کس قدر مسرت ہوتی ہے۔

ہدیہ اور رشوت میں فرق

اور دیکھئے اس خلوص میں اگر کچھ مال ایک سے دوسرے کو حاصل ہوتا ہے جس کا نام ہدیہ ہے اس سے طبیعت کس قدر خوش ہوتی ہے اور یہی مال رشوت میں لیا جاتا ہے

① نرم گفتاری ② دونوں پر ③ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ ۔ رقم الحدیث: ۶۵۴۸

کہ خوشی اور مسرت تو کہاں اس شخص کی وقعت بھی روپیہ کے لیتے ہی جاتی رہتی ہے اور دینے والا حیلہ حوالہ ڈھونڈھتا ہے کہ کسی طرح بچ جائے یا کچھ کم دے کر چھوٹ جائے اور ہدیہ دینے والا جان ودل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح دوسرا لے ہی لے۔

قابلِ قدر ہدیہ

ایسے ہدیہ کی قدر صاحبِ دل ہی جانتے ہیں وہ اس کو نعمت غیر مترقبہ جانتے ہیں۔ اسی واسطے بظاہر کتنی ہی حقیر چیز ہو ان کے نزدیک بہت بڑی چیز ہوتی ہے ایک بزرگ دوسرے ایک بزرگ سے ملنے کو چلے راستہ میں جی چاہا کہ کچھ ہدیہ لے چلیں اس وقت اور تو کچھ نہ ہوسکا تھوڑے ڈھیلے استنجے کیلئے لے لئے اور ان کے سامنے جا کر رکھ دیئے اسکو انھوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا جو بات اہل دنیا کے بڑے بڑے قیمتی ہدایا سے حاصل نہیں ہوسکتی وہ ان استنجے کے ڈھیلوں سے طرفین کو حاصل ہوئی۔ اس ہدیہ کا قبول کرنا سنت ہے اور رد کرنا موجب دل شکنی ہے۔ اور صاحب کس کی ایسی قسمت جو خلوص کیساتھ اُسے ہدیہ ملے اس ہدیہ سے انوار پیدا ہوتے ہیں۔

دنیاوی ہدایا کا حال

اسکے مقابلہ میں اہل دنیا کے ہدایا دیکھئے کہ دینے والا جس وقت ہدیہ کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے یہ سوچتا ہے کہ ایسا ہدیہ دوں جو میری شان کے خلاف نہ ہو اور دس آدمی کی نظریں اس کی طرف اٹھیں اور ایسی چیز ہو کہ مہدی الیہ [1] کے یہاں نہ نکل سکے تاکہ میری بات اونچی رہے اس واسطے قیمتی اور نئی چیز تلاش کرتا ہے اسکی تلاش میں کلفت بھی پیش آتی ہے نیز قیمت کا بھی دل پر بار ہوتی ہے لیکن نفس وشیطان سب کچھ کراتا ہے دل پر بار کر کے اور تکلیف اٹھا کر وہ چیز لے جاتے ہیں چونکہ اس میں خلوص نہیں ہے مہدی الیہ پر اس کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ دیکھتے ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ حضرت ہم کو نیچا دکھانے اور اپنی بات اونچی کرنے کیلئے ایسی قیمتی چیز لائے ہیں پھر یہ کیسے گوارا ہوسکتا ہے کہ وہ نیچا دیکھیں اور چپ ہو رہیں بلکہ اپنے گھر میں اگر کوئی چیز اس سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے

(1) جس کو ہدیہ دے رہا ہے۔

توکسی حیلہ بہانہ سے ہدیہ لانے والے کو دکھلاتے ہیں کہ دیکھو بھائی ہم نے یہ چیز فلاں میلہ میں سے خریدی تھی اور اس میں یہ خوبیاں ہیں نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ چیز ان کے ہدیہ سے بڑھ گئی تو ان کو ملال ہوا کہ ناحق میں نے اتنی قیمت بھی لگائی اور پھر بھی بات نیچی ہی رہی۔ اور یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ دوسرے کی طرف سے بجائے محبت کے کشیدگی بلکہ عداوت پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ بھی عجیب بدتہذیب آدمی ہے اور اس کے مزاج میں کس قدر شیخی ہے کہ ہمارے ایسے قیمتی ہدیہ کی بھی قدر نہ کی تہذیب کی بات تو یہ تھی کہ چاہے اپنے گھر میں لاکھ روپیہ کی چیز موجود ہے تب بھی ہمارے تحفہ کو ذرا قدر کے ساتھ لے لیتا اس کی کیا ضرورت تھی کہ اس وقت اپنی شیخی جتائی۔

صاحبو! جیسا خود ہدیہ لے گئے تھے ویسی ہی قدر ہوئی آپ بھی تو شیخی ہی سے ہدیہ لے گئے تھے پھر یہ کیا کہ اپنے واسطے تو شیخی بری نہیں اور دوسرے کے لئے بری ہے یہ عجیب بات ہے۔ صاحبو! ذرا انصاف سے کہہ دیجئے کہ وہ استنجا کے ڈھیلے اچھے ہیں یا یہ روپیوں اور اشرفیوں کی چیز۔

ہدیہ میں اخلاص کی اہمیت

بات یہ ہے کہ دنیا کے پیچھے پڑ کر عقل بھی ماری جاتی ہے عقل کی بات یہ ہے کہ ہر کام میں نظر غایت اور غرض پر ہونی چاہئے اگر کوئی تلوار سونے اور چاندی کی بنادے تو کیا صاحب نظر اور سپاہی کے نزدیک بوجہ بہت قیمت لگ جانے کے یہ اچھی ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں تلوار لوہے کی اچھی ہے جس میں دس پانچ پیسہ ہی خرچ ہوئے ہوں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ جس کام کے لئے تلوار موضوع ہے وہ کام لوہے کی ہی تلوار دے گی سونے چاندی کی تلوار میں سوائے قیمت ضائع کرنے کے کچھ حاصل نہیں یہ استنجے کے ڈھیلے جو خلوص سے پیش کئے گئے ہیں یہ وہی اثر رکھتے ہیں جو ہدیہ کا موضوع اور غایت اور غرض ہے یعنی محبت اور وہ روپیہ اشرفی کی چیز ہرگز یہ اثر نہیں رکھتی تو فرمائیے عقل کی بات کو کونسا ہدیہ پیش کرنا ہے، ایک اور حکایت یہ ہے کہ ایک مخلص شخص کسی بزرگ سے ملنے چلے جی چاہا کہ کچھ ہدیہ لے چلیں راستہ میں سے کچھ لکڑیاں جو سوکھ کر درخت سے گر گئی تھیں لے لیں کہ ایک وقت کا ایندھن ہی ہو جاوے گا اور جا کر بے تکلف سامنے رکھ دیں کہ حضرت یہ ہدیہ ہے اگرچہ یہ کچھ چیز نہیں

ہے مگر حضرت کے اخلاق سے امید ہے کہ قبول فرمالیں دیکھئے کتنا ناچیز ہدیہ ہے مگر

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری ①

ان بزرگ صاحب نے خادم کو حکم دیا کہ ان لکڑیوں کو حفاظت سے رکھو جب ہم مرجائیں تو ہمارے غسل کا پانی ان سے گرم کرنا کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان ہی کی برکت سے مغفرت فرمادیں۔ صاحبو! کیا اس مٹھی بھر لکڑی کے سامنے لاکھ روپیہ کا ہدیہ بھی کچھ چیز ہے۔ حاشا وکلا۔

اہل اللہ اور اہلِ دنیا کی محبت میں فرق

دیکھئے اہل اللہ کی زندگی بھی کیسی لطف کی زندگی ہے ان کی محبت اہل دنیا کی سی محبت نہیں ہوتی کہ ذراسی بات میں اڑ جائے ② کیونکہ ان کی محبت دنیا کے واسطے نہیں ہوتی جس میں تغیر لازم ہے۔ ہاں اہل دنیا کی محبت بیشک دنیا کی وجہ سے ہوتی ہے جب تک وہ حاصل رہی محبت رہی اور جب اس میں فرق آیا محبت میں بھی فرق آ گیا بلکہ اہل اللہ کی محبت دنیا کے ختم ہوجانے اور مرجانے سے بھی ختم نہیں ہوتی کیونکہ جس کی وجہ سے ان میں باہم محبت ہے جب تک وہ باقی ہے محبت بھی رہنی چاہئے اور آپ جانتے ہیں وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے ان میں باہم محبت ہے وہ اللہ سبحانہ کی ذات ہے۔ جب ان کی محبت لِلّٰہ ہے تو جیسے اللہ میاں کی ذات کو فنا نہیں ایسے ہی ان کی محبت کو بھی فنا نہیں۔ اہل محبت کی زندگی کیا اچھی زندگی ہے غریبی ہو یا امیری ہر حالت میں بادشاہوں سے بھی زیادہ عیش کے ساتھ گزرتی ہے۔ جہاں ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے تو وہ کونسا عیش ہے جو ان کو نصیب نہ ہوگا۔ اس واسطے حدیث شریف میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ③ یعنی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اس کو لوگوں نے معمولی بات سمجھا ہے لیکن ذرا یہ دیکھئے کہ الفاظ حدیث کیا کہتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی صفت یہ بیان فرمائی کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہیں تو اس کا خلاف اسلام کا خلاف ہوا اور اسلام کے خلاف کسی بات کا ہونا یہ کتنی بڑی بات ہے غرض باہمی محبت مطلوبات شرعی میں

① ہیرے کی قدر ومنزلت بادشاہ جانتا ہے یا سنار ② ذراسی بات میں ختم ہوجائے ③ الصحیح للبخاری ۹۰۔

سے ہے اور شریعت نے اس کی خاص طور سے تعلیم فرمائی ہے اور اس کے لئے طریقے بتلائے ہیں جن سے خاص محبت پیدا ہو اس بیان کو کچھ طول دینے کی ضرورت نہیں ہے یہ بات تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے اور آج کل تو اس کا بہت ہی غل مچا ہوا ہے ہر شخص کی زبان پر ہمدردی ہمدردی اور اتفاق اتفاق ہے گو آج کل زبانوں پر ہمدردی و اتفاق کے لفظ ہی لفظ ہیں حقیقت کا کہیں پتہ نہیں تاہم اس پر تو تمام دنیا کا اتفاق ہوا کہ اتفاق بڑی ضروری چیز ہے تمام کام دنیا اور دین کے اتفاق پر موقوف ہیں اور اس کی ضد یعنی عداوت اور نا اتفاقی بری چیز ہے دنیا اور دین سب ہی کو خراب کر دیتی ہے اور غیبت کو عداوت پیدا کرنے اور اتفاق کی جڑ کاٹ دینے میں خاص دخل ہے تو بہت آسانی سے نتیجہ نکل سکتا ہے کہ غیبت دنیا اور دین سب ہی کے مفاسد کی جڑ ہے دیکھ لیجئے کہ غیبت کس درجہ بری چیز ہوئی اور معلوم ہو گیا ہو گا کہ جس چیز سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس میں کچھ بھی حظ نہیں[1] نہ دنیا کا نہ دین کا یہ غیبت کا تھوڑا سا بیان ہوا۔ غیبت زبان کا ایک گناہ ہے زبان کے گناہ اس پر منحصر نہیں اور بھی گناہ ہیں جو اس سے کچھ کم نہیں بلکہ بعض خرابیوں میں بڑھے ہوئے ہیں۔

نام ونمود وریاء کی برائی

غیبت کو تو خیر کچھ لوگ جانتے بھی ہیں مگر زبان کے اور گناہ ایسے بھی ہیں جن کو جانتے بھی نہیں ہیں اور برابر ان میں مبتلا ہیں اور چونکہ ان کو گناہ ہی نہیں سمجھتے اور اس واسطے متنبہ کیوں ہونے لگا۔ زبان کی ذرا ذرا سی باتیں ایسی بہت ہیں کہ ہم ان کو معمولی اور ذرا سی کہتے ہیں اور درحقیقت وہ ایسی ذرا سی ہیں جیسے دیا سلائی کہ بارود کے پہاڑ کو اڑا دینے کو ایک بھی کافی ہے مثلاً عورتیں اپنے مال پر اتراتی ہیں، اپنے زیور اپنے کپڑوں کو جتلائے بغیر ان کو چین ہی نہیں آتا جہاں بیٹھیں گی کسی نہ کسی حیلہ سے زیور دکھلا دیں گی اور کہیں گی کہ فلاں وقت بنوایا تھا۔ یہ میرے میکے سے جہیز میں ملا تھا اور فلانی چیز میں نے اپنے سلیقہ شعاری کی بدولت خرچ میں سے کاٹ کاٹ کر بنوائی تھی کوئی پوچھے کہ کس پر احسان کیا اور جن کو دکھلا رہی ہو ان کو اس میں سے کچھ بانٹ دو گی یا اس جتلانے کا کیا

---

[1] مزہ۔

فائدہ ہے یہ ہے ذرا سی بات جو ظاہر میں بہت معمولی ہے مگر یہ خبر دیتی ہے کہ اس کے قلب میں ریا اور سمعہ کا مرض ہے یعنی نام ونمود کا جو سخت مہلک مرض ہے ایک درویش نے ایک مہمان کے سامنے خادم سے کہا کہ اس صراحی میں پانی لاؤ جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے۔ان مہمان بزرگ نے کہا کہ بھلے مانس تو نے ایک لفظ میں اپنے دونوں حجوں کو باطل کر دیا آخر یہ تو سمجھ کہ تو نے حج للہ کیا تھا یا للناس؟① ۔اگر اللہ کے لئے کیا تھا تو لوگوں کو سنانے کی کیا ضرورت تھی۔دیکھئے کتنا ذرا سا لفظ ہے جس نے اتنی مشقتوں اور دور دراز کے سفروں کو اور اس میں جو کچھ مال وزر خرچ ہوا تھا سب کو ضائع کر دیا دیکھئے دیا سلائی اور بارود کی مثال ہے یا نہیں۔

ریاء کی مختلف صورتیں

لوگ تہجد پڑھتے ہیں رات کو نیند کھوتے ہیں سردی گرمی کی تکلیف اٹھاتے ہیں اور صبح کو لوگوں کے سامنے آنے بہانے اس کو جتلاتے ہیں کرے کرائے کام کو غارت کر لیتے ہیں۔عورتوں میں یہ مرض بہت ہے اول تو تہجد گزار عورتیں ہی کم اور اگر کوئی ہے بھی تو رات کو تہجد پڑھیں گی اور صبح کو دو چار دفعہ اس کو منہ پر لاویں گی کسی سے کہیں گی آج میرا سر بھاری ہو رہا ہے رات کو نیند نہیں آئی۔آنکھ کھل گئی تھی میں نے کہا لاؤ تہجد ہی پڑھ لوں جب پڑھنے کھڑی ہوئی تو بارہ رکعتیں پوری ہی کر کے چھوڑیں ایسا لطف آیا کہ چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا کسی سے کہیں گی بہن تم بھی تہجد پڑھا کرو میری آنکھ رات کھل گئی تھی کیا نور ظہور کا وقت تھا جس نے تہجد نہ پڑھا اس نے کچھ بھی نہ کیا۔کسی سے بطور مسئلہ کے پوچھیں گی کیوں جی اگر وقت زیادہ ہو تو تہجد میں بارہ رکعت سے بھی زیادہ پڑھ لیں تو کچھ حرج ہے؟۔اس سے یہ جتلانا مقصود ہوتا ہے کہ ایسی شوقین ہیں کہ نفلوں سے ان کا جی ہی نہیں بھرتا۔خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ کے سامنے فریب نہیں چلتا یہ سب نفس کے مکر ہیں اپنی طاعت کو جتلانا درحقیقت غیر اللہ کو مقصود بنانا ہے یہ کیا حماقت ہے کہ طاعت میں نام تو لگایا جائے خدا تعالیٰ کا اور مقصود ہو غیر وہ طاعت منہ پر مار دینے کے قابل ہے حق تعالیٰ کی غیرت سے ڈرنا چاہئے۔کسی ادنی سے آدمی کے ساتھ بھی

---

① اللہ کے لیے کیا تھا یا لوگوں کے لیے؟۔

یہ معاملہ کر کے دیکھئے اس کو کتنا غیظ ① آتا ہے۔ کسی کے واسطے پان لگا کر لائے اور جب اس کے سامنے آؤ تو بجائے اس کے ہاتھ میں دینے کے ایک بھنگی کے ہاتھ میں رکھ دو تو دیکھئے اسے کتنا غصہ آتا ہے اور اس حرکت کو اپنی توہین سمجھ کر وہ پان کو اُلٹا آپ ہی کے منہ پر مارے گا۔ لوگ خدائے احکم الحاکمین کے ساتھ یہی برتاؤ کرتے ہیں کہ طاعت کا نام ان کے لیے ہوتا ہے اور مقصود دوسرا ہوتا ہے مگر افسوس ہم کو اس کا کچھ بھی خیال نہیں آتا بلکہ پھر بھی اس کی امید رکھتے ہیں کہ ثواب ملے گا۔۔

صاحبو! اگر حق تعالیٰ محض اپنے فضل سے مواخذہ سے چھوڑ دیں تو زہے قسمت ہم لوگ اول تو طاعت ہی نہیں کرتے اور جو کرتے ہیں تو اس کو ایک دیا سلائی سے اڑا دیتے ہیں یہ کیسی غلطی ہے اور اس خیال میں نہ رہئے کہ کسی سے یہ کہہ دینا کہ سر بھاری ہو رہا ہے تہجد کا جتلانا نہیں بلکہ محض اتفاقاً سلسلہ کلام میں بات منہ پر آگئی یا دوسرے کو تہجد کی تعلیم کرنا امر بالمعروف ہے یا کسی سے اس طرح مسئلہ پوچھنا کہ بارہ رکعت سے زیادہ بھی جائز ہے یا نہیں؟ طاعت ہے یہ سب دھوکہ ہے عنوان مختلف ہیں مگر معنی ایک ہی ہیں یعنی اپنی بزرگی جتلانا اس کی میں ایک شناخت بہت ہی موٹی بتلاتا ہوں وہ یہ کہ اگر کوئی دوسری بی بی اپنی تہجد کو تمہارے سامنے انہی عنوان سے ظاہر کرے تو تمہارے دل میں کیا خیال ہوگا کیا یہی سمجھو گی کہ وہ جتلاتی نہیں بلکہ دوسرے کو تہجد کی تعلیم کرتی ہے اور در حقیقت رکعتوں کا مسئلہ ہی پوچھتی ہے ہرگز یہ خیال نہ ہوگا بلکہ سنتے ہی کہو گی مٹ گئی کس قدر اوچھی ہے ایک دن دو رکعت کیا پڑھ لیں کہ پیٹ پھولا جاتا ہے اور بغیر کہے نہ چوکی ② اصل یہ ہے کہ جس بات میں نفسانیت کا شمول ہوتا ہے اس میں خاصیت یہی ہے کہ دوسرے کو اس سے نفرت ہوتی ہے لیکن چونکہ آدمی کی طبیعت میں اپنے ساتھ حسن ظن رکھا ہوا ہے اس واسطے خود اس کام کو کرتے ہوئے برائی نہیں معلوم ہوتی اسی واسطے محققین نے بھلے بُرے کی یہ بھی ایک شناخت مقرر کی ہے کہ جس کام کی نسبت یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ اچھا ہے یا برا اور اس میں نفسانیت شامل ہے یا نہیں اس میں اس طرح غور کر لو کہ یہ کام اگر دوسرا آدمی کرے تو ہم کو برا معلوم ہوگا یا نہیں اس سے اکثر باتوں کا حسن و قبح معلوم

① غصہ آتا ہے ② کیسی گھٹیا عورت ہے کہ ایک دن نماز تہجد پڑھ کر بغیر بیان کئے نہ رہ سکی۔

ہو جاتا ہے اور خوب یاد رکھئے کہ حق تعالیٰ کی نظر حقیقت پر ہے طاعت کو زبان پر لانا بلا ریاء کے نہیں ہوتا گو نفس بعض تاویلوں کا پردہ ڈال کر آپ کی نظر سے چھپا دیتا ہے مگر حق تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتا بلکہ جو کوئی ذرا بھی غور سے کام لے اس سے بھی نہیں چھپ سکتا اس کی بہت احتیاط رکھئے اور کبھی اس کو خفیف نہ سمجھئے اور اپنے عمل کو کبھی ظاہر نہ کیجئے۔ اور جہاں کہیں اہل اللہ اور علماء سے ایسی بات منقول ہو کہ انہوں نے اپنے عمل کو ظاہر کیا ہے تو خوب سمجھ لو کہ ان کی ریس ہم نہیں کر سکتے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر ①

ان کو خدا تعالیٰ نے وہ بصیرت دی ہے کہ ہر چیز میں سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر لیتے ہیں وہ جس موقع پر اپنے کسی عمل کو ظاہر کرتے ہیں تو واقع میں وہ موقع اسی کا ہوتا ہے اور اس کے وہ مامور ہوتے ہیں اور اس میں وہ ماجور ② بھی ہوتے ہیں اور اس موقع پر اظہار نہ کرنے سے وہ عاجز ہوتے ہیں وہ بصیرت ہم لوگوں کو کہاں حاصل ہے وہ بصیرت تو بڑے مجاہدوں اور مشقتوں سے اور بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے پڑھنے لکھنے اور فارغ التحصیل مولوی ہو جانے سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ آج کل کی مستورات تو کس شمار میں ہیں کیونکہ نہ ان کو علم ہے اور نہ علم کا شوق یہ کیا ریاء اور تحدیث بالنعمۃ ③ میں فرق کر سکتی ہیں اس لئے اسلم طریق یہی ہے کہ اپنے محاسن اور طاعات کو زبان پر کبھی لاوے ہی نہیں بس اس مثل پر عمل چاہئے کہ نیکی کر دریا میں ڈال۔ آدمی یہ سوچ لے کہ جس کے واسطے میں نے طاعت کی ہے اس کو تو علم ہے ہی اور وہ کبھی بھولے گا بھی نہیں پھر کسی کو جتلانے کی کیا ضرورت ہے اور نہ جتلانے میں کیا ضرر ہے یہ بھی زبان کے گناہ ہیں اور ظاہر میں کس قدر معمولی ہیں لیکن یقین کے ساتھ سمجھ لیجئے کہ یہ دیا سلائی ہیں اور اعمال بارود ہیں۔ ایک دیا سلائی منوں بارود کو کافی ہے میں ایک ایک گناہ کو کہاں تک بتاؤں۔

---

① ”نیک لوگوں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو اگرچہ لکھنے میں شیر اور شِیر ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں لیکن دونوں میں فرق ہے اسی طرح ان دونوں کے عمل میں فرق ہے“ ② ان کو ثواب ملتا ہے ③ یہ ریاء اور بیان نعمت میں فرق نہیں کر سکتیں۔

کثرتِ کلام سے احتراز

قربان جایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا گُر بتلا دیا جس کے تفصیل کی ضرورت ہی نہیں وہ گر یہ ہے ان اللہ کرہ لکم قیل وقال ① یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بولنے کو منع فرما دیا نہ آدمی زیادہ بولے گا نہ زبان کے گناہوں میں پڑے گا۔ اس گُر کو جان لینے کے بعد اس تفصیل کی ضرورت ہی نہیں رہی کہ کون سی بات غیبت ہے اور کون سی بات ریا اور سمعہ ہے بس ضرورت کے موافق بولو اور گناہ سے بے خطر رہو زیادہ بولنا ہر شخص کو کم وبیش مضر ہے زیادہ بولنے سے نورانیت قلب کی جاتی رہتی ہے۔

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن   گرچہ گفتارت بود در عدن ②

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصیحت ہے

لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ للقلب وان ابعد الناس من اللہ القلب القاسي ③ یعنی سوائے ذکر اللہ کے اور کلام میں زیادتی نہ کرو کیونکہ کثرت کلام قساوت قلب پیدا کرتی ہے اور جس قلب میں قساوت ہو اس سے زیادہ کوئی چیز حق تعالیٰ سے دور نہیں دیکھئے کس قدر کام کی بات ہے اور قلت کلام کس قدر ضروری چیز ہے جس کی طرف ہم لوگ ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔

بلاتحقیق بات سے احتراز

ایک گناہ زبان کا بے ثبوت و بلاتحقیق کسی بات کو بیان کر دینا ہے لوگ اس کی ذرا پرواہ نہیں کرتے اس لئے آج کل اتنی جھوٹی باتیں مشہور ہوتی ہیں۔ جن کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ کانپور میں ایک دفعہ مشہور ہوا کہ کانپور کے ایک محلہ میں ایک بکری کے بچہ پیدا ہوا ہے جس کا اوپر کا دھڑ انسان کا ہے اور نیچے کا دھڑ بکری کا اور اس کی اتنی شہرت ہوئی کہ ہر شخص کی زبان پر تھا لیکن جھوٹی بات کی یہ علامت ہے کہ جس کسی سے پوچھا جاوے کہ تم نے بھی دیکھا تھا تو یہی جواب ملے گا کہ میں نے خود نہیں دیکھا فلانے سے سنا ہے اسی

① صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۰۸ ② ”دل میں فضول کلام سے کدورت پیدا ہوتی ہے اگرچہ وہ کلام نہایت عمدہ ہو“ ③ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۱۔

طرح وہاں بھی دیکھنے والا کوئی نہیں تھا آخر ایک شخص نے اس محلہ میں جا کر اس کی تحقیق کی وہاں جس سے پوچھا اس نے کہا میاں باؤلے ہوئے ہو کچھ بھی نہیں۔ غرض یہ خبر بالکل بے اصل نکلی۔ ایک مرتبہ ہولی کے ① دنوں میں ایک روایت مشہور ہوئی کہ کوئی منہیار② گاؤں سے شہر میں آیا تھا راستہ میں ایک درخت سے آواز آئی کہ چوڑی پہنا تا جا۔ وہ اس درخت کے پاس گیا تو سات ہاتھ یکے بعد دیگرے نکلے اس نے سب کو چوڑیاں پہنائیں اخیر میں آواز آئی کہ میں ہولی ہوں اور ہندوؤں سے کہہ دینا کہ ہولی مقبول نہیں ہوئی دوبارہ کریں۔ یہ خبر ایسی مشہور ہوئی کہ بہت سے لوگ دوبارہ ہولی پھونکنے پر تیار③ ہو گئے۔ غرض ایسے بہت سے قصّے آپ نے سنے ہوں گے کہ ایسی بے اصل باتیں مشہور ہو گئیں جن سے بعض وقت بڑے نقصان پہنچ گئے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع ④یعنی آدمی کے لئے جھوٹ بولنے کے لئے یہی بہت ہے کہ جو کچھ سنے اسے فوراً نقل کر دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جھوٹ فرمایا ہے حالانکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سنی سنائی باتوں میں بعض باتیں سچی بھی ہوتی ہیں سب کو جھوٹ فرمانے کی کیا وجہ؟ تو سنو وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس کا عادی ہو گا وہ ضرور بالضرور جھوٹ میں مبتلا ہو گا تو حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ ہر مسموع ⑤ کو روایت کر دینا اور اس کا عادی ہونا جھوٹا بننے کے لئے کافی ہے۔

سلطانُ الاولیاء کی احتیاط

دو شخص حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بغرض بیعت حاضر ہوئے نماز کے وقت دونوں حوض پر وضو کرنے بیٹھے۔ ایک بولا ہماری مسجد کا حوض اس حوض سے بہت بڑا ہے حضرت سلطان الاولیاء نے سن پایا پوچھا کہ کتنا بڑا ہے؟ کہا حضرت یہ تو ٹھیک طور پر نہیں بتلا سکتے مگر اس سے بہت بڑا ہے فرمایا جاؤ اس کو ماپ⑥ کر آؤ کہ کتنا بڑا ہے جب انہوں نے ماپا تو صرف ایک بالشت کا فرق نکلا آ کر خوش خوش حضرت سلطان جیؒ سے عرض کیا کہ حضرت ایک بالشت بڑا ہے فرمایا ایک بالشت بڑے کو بہت بڑا نہیں کہہ

---

① ہندوؤں کا تہوار ہے ② چوڑیاں بیچنے والا ③ ہولی کا تہوار منانے کے لیے ④ الصحیح المسلم رقم الحدیث ۷
⑤ ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دینا ⑥ ناپ کر آؤ۔

سکتے تم بہت بے احتیاط آدمی ہو کہ بدون تحقیق کے تم نے اسے بہت بڑا کہہ دیا میں تم کو بیعت نہیں کرتا جاؤ اول اپنی زبان کی اصلاح کرو اس کے بعد بیعت کا نام لو دیکھئے ظاہر میں کتنی ذرا سی بات ہے حتی کہ اس قصہ کو سن کر آج کل کے لوگ تو تعجب کریں گے کہ اس میں کیا ایسا قصور ہو گیا جو بیعت سے انکار کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ قصور کیا چاہئے کہ یہ بات حدیث کے خلاف ہے اور حدیث میں ایسی بات کو جھوٹ فرمایا گیا ہے اور جھوٹ کچھ کم قصور ہے مگر افسوس یہ ہے کہ ہم تو صریح جھوٹ کو بھی عیب نہیں سمجھتے اس کو تو کیا عیب سمجھیں گے۔

سنی سنائی بات کو نقل کرنے کی ممانعت

غرض سن لیجئے کہ بلا تحقیق روایت کرنا شرعاً ممنوع ہے اس کی ایک خرابی رویت ہلال کے وقت معلوم ہوتی ہے چنانچہ چاند رات کو بعض دفعہ تمام شہر میں یہ سن لیجئے کہ چاند ہو گیا اور فلاں جگہ دس آدمیوں نے دیکھا اور فلاں جگہ پچاس نے دیکھا اور جب تحقیق کیجئے تو ایک دو گواہ بھی رویت کے نہیں ملتے بس سماعت ہی سماعت ہوتی ہے کہ ہم نے فلاں محلہ میں سنا اور انہوں نے فلاں محلہ میں سنا اس وقت تحقیق کرنے والے کو کس قدر پریشانی ہوتی ہے اور تحقیق کرنے والے پر لوگ الٹا یہ اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ کسی کو معتبر ہی نہیں سمجھتے۔ بھلا معتبر کیا خاک سمجھیں جس وقت قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ تم نے خود دیکھا تو کوئی اقرار نہیں کرتا آپ ہی فرمایئے کہ ایسی حالت میں تحقیق کرنے والے کا قصور ہے یا شاہدوں [1] کا اگر لوگ اس مسئلہ کو جانتے کہ شریعت میں بے اصل بات کی روایت کرنا منع ہے اور اس پر عمل کرتے تو یہ پریشانی ہرگز نہ ہوتی۔ دیکھئے شریعت کے احکام کتنے اچھے ہیں جن سے پریشانی کا استیصال [2] ہو جاتا ہے۔ اس بات کی ایک آیت میں بھی ممانعت آئی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو روایت کر دے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ [3] حق تعالیٰ نے منافقین کے بارہ میں بطور انکار کے فرمایا ہے کہ جب ان کو کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملتی

---

① گواہوں کا ② پریشانی کی جڑ کٹ جاتی ہے ③ النساء: ۸۳۔

ہے تو اسے فوراً شائع کر دیتے ہیں آخر کوئی بات تو ہے جو اس پر حق تعالیٰ نے اعتراض کیا ہے خود سمجھ لیجئے کہ یہ گناہ ہے کہ جو خبر سنی وہ روایت کر دی اور بیوقوفی بھی ہے ایسا آدمی دنیا میں بھی ذلیل اور بے اعتبار ہو جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ میاں فلانے کا کیا اعتبار وہ تو یوں ہی جو منہ میں آوے ہانک ① دیا کرتا ہے۔ اس عادت کو چھوڑ دیجئے اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب عادت زیادہ نہ بولنے کی ہو اور جس کو قیل وقال کی عادت ہوگی وہ اس میں ضرور مبتلا ہوگا۔ کسی نے خوب کہا ہے

خاموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید ②

اسی طرح زبان کے اور بھی گناہ ہیں جن کو لوگ جانتے بھی نہیں۔

گناہ کی ایک قسم

بلکہ بعضے گناہ ایسے بھی ہیں جن کو عام لوگ طاعت سمجھتے ہیں کیونکہ صورۃً وہ ذکر اللہ ہے اور ذکر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر حقیقت میں وہ ذکر موضوع ③ روایات ہیں اس میں بہت سے پڑھے لکھے بھی مبتلا ہیں (پڑھے لکھوں سے مراد معمولی پڑھے لکھے ہیں ورنہ کامل اہل علم ایسی غلطیوں میں کیوں مبتلا ہوتے) اس کی یہ مثالیں ہیں معراج نامہ پڑھنا۔ ساپن نامہ پڑھنا، وفات نامہ پڑھنا کہ یہ سب قصے موضوع ہیں کسی معمولی آدمی کی طرف بھی غلط بات کی نسبت کرنا برا ہے دنیا میں بھی اس پر گرفت ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط باتیں منسوب کی جائیں۔ یہ خرابی آج کل کے جاہل واعظوں کی ہے جن کو علم تو ہے نہیں کہ معتبر کتابوں سے صحیح صحیح روایتیں نکال سکیں اس واسطے اردو کی کتابوں میں سے جو شیلے اور رنگین مضامین یاد کر لیتے ہیں تا کہ وعظ میں خوب دلچسپی ہو۔ جھوٹی بات کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس میں رنگینی خوب ہوتی ہے اور سامعین کو نفسانی لطف خوب آتا ہے اور سچی بات میں رنگینی نہیں ہوتی۔ ایک ناول اٹھا کر پڑھئے جس میں کسی جنگ کے حالات ہوں اس میں دلچسپی ہوگی اور ایک کسی مورخ کے لکھے ہوئے جنگ کے حالات یا سرکاری رپورٹ پڑھئے تو اس میں دلچسپی ایسی کبھی نہ ہوگی۔

---

① جو منہ میں آئے کہہ دیتا ہے ② خاموشی میں ایسے معنی پنہاں ہیں جو بیان میں نہیں آسکتے ③ من گھڑت روایات کو بیان کرنا ہے۔

یہ معراج نامہ وغیرہ اسی واسطے پڑھے جاتے ہیں کہ وعظ میں رنگ آوے۔

موضوع روایات بیان کرنے کا نقصان

جاہلوں کے نزدیک تو ان سے وعظ میں رنگ آتا ہے اور انوار برستے ہیں اور علماء و عارفین کے نزدیک انوار نہیں بلکہ نار برستی ① ہے دلیل اس کی یہ حدیث ہے من كذب عليّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار ②

یعنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو کوئی میری نسبت کوئی جھوٹی بات قصداً بیان کرے تو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ دیکھئے کس قدر سخت وعید ہے اور یہ حدیث کیا بتلاتی ہے۔ یہ حدیث ایسی مجلسوں میں جہاں موضوعات پڑھی جائیں نار کا برسنا ثابت کرتی ہے یا انوار کا۔ بعض جاہلوں نے یہاں تک غضب کیا کہ یہ سمجھ رکھا ہے کہ موضوع باتیں شریعت کے کسی فائدہ کے لئے بیان کر دینا درست ہے جیسے نماز کے متعلق ایسے فضائل بیان کر دیئے جائیں۔ جن کی قرآن حدیث میں کچھ بھی اصل نہ ہو مگر ان سے نماز پر تحریض ہوتی ہو تو جرح نہیں سمجھ لیجئے کہ یہ بالکل غلط ہے اور اس میں دو خرابیاں ہیں ایک تو اس وعید کو سر لینا جو ابھی بیان ہوئی یعنی من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار ③ دوسرے شریعت کی طرف ایک نیا مسئلہ منسوب کرنا ہے کہ ایسا جھوٹ جائز ہے نیز اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ شریعت کامل نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ شریعت میں کہیں منقول نہیں حالانکہ شریعت اسلامی کامل و مکمل ہے۔ ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي ④ دین کو حق تعالیٰ نے کامل فرمایا ہے اور کوئی نعمت ایسی نہیں چھوڑی جس کو پورا نہ کر دیا ہو (نعمت سے مراد دینی نعمت ہے) تو کوئی بات دین کی ایسی نہیں رہی جس کی شریعت میں کمی ہو غلط روایتوں کو بیان کرنا درحقیقت یہ ظاہر کرنا ہے کہ دین میں اس فضیلت کے بیان کی کمی رہ گئی۔ یہ ایجاد فی الدین ہے اور تجربہ سے ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ صرف ان لوگوں کے علم اور نظر کا قصور ہے کہ ان کو واقعی فضائل نماز کے معلوم نہیں۔

---

① آگ برستی ہے ② الصحیح البخاری ۱: ۳۸ ③ ”جس شخص نے قصدا مجھ پر جھوٹ بولا پس چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے“ الصحیح البخاری ۱: ۳۸ ④ ”آج ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو مکمل کر دیا“ المائدہ: ۳۔

روایاتِ صحیحہ کے بیان کا اثر

ورنہ حدیث کی کتابوں میں واقعی فضائل اتنے موجود ہیں کہ ساری عمر بیان کئے جاؤ ختم نہ ہوں پھر کیا ضرورت ہے کہ جھوٹ بولا جائے کیا صحابہؓ نے جب فتوحات کئے تھے تو نومسلموں کو موضوع فضائل سے نماز کی ترغیب دی تھی حاشا وکلا وہ لوگ بالکل سچے تھے اور ان کے سچ ہی کا یہ اثر تھا کہ ان کی ذراسی بیان کی ہوئی فضیلت دلوں کے اندر گھس جاتی اور نومسلموں کو ایسا پکا نمازی بنالیتی تھی کہ خود نماز پڑھنے والا بھی چاہے کہ نماز قصداً چھوڑ دے تو نماز نہ چھوڑ سکتا تھا۔ جھوٹے فضائل میں یہ اثر کہاں جھوٹی روایتوں سے اس وقت تو جوش ہوتا ہے۔ لیکن ان میں فطری ظلمت ایسی ہے کہ قلوب ان کو قبول نہیں کرتے اور مجلس سے اٹھتے ہی انکا ذرا بھی اثر باقی نہیں رہتا چنانچہ دیکھ لیجئے کہ مصنوعی وعظوں میں کیا اثر ہے اور اہل اللہ ومحققین کے وعظوں میں کیا اثر ہے بعض اہل قلب کے وعظوں کی مجلس میں سے جنازے اٹھ گئے ہیں یہ اصلی اور واقعی باتوں کا اثر ہے مصنوعی مصنوعی ہے اور اصلی اصلی ہے خوب سمجھ لیجئے کہ موضوع روایتیں اور کتابیں پڑھنا جائز نہیں اور یہ بھی زبان کے بدترین گناہوں میں سے ہے۔

شعراء کی بے اعتدالیاں

زبان کا ایک اور گناہ بھی میں آپ کو بتلاتا ہوں۔ جس کی نسبت اچھوں اچھوں کو بھی خیال نہیں ہوتا کہ یہ گناہ ہیں۔ وہ گناہ یہ ہے کہ نظم لکھتے وقت جو کچھ زبان پر آجائے لکھ ڈالتے ہیں اور یہ سمجھ رکھا ہے کہ شاعر جو کچھ کہہ دے جائز ہے یہ بالکل غلط ہے شاعر مرفوع القلم نہیں ① ہوتا بلکہ شعر کا حکم وہی ہے جو نثر کا ہے اور تحریر کا حکم بھی وہی ہے جو تقریر کا حکم ہے بھلا کوئی شاعر نظم میں گورنمنٹ کی توہین تو کر دے۔ دیکھئے دست بدست سزا تیار ہے یا نہیں اس وقت یہ عذر کافی نہ ہوگا کہ میں شاعر ہوں نہ معلوم کون سے قانون یا عرف یا مذہب کا حکم ہے کہ شاعر زبان کے الزامات سے بری ہوتا ہے اس مرض میں اچھے اچھے پڑھے لکھے مبتلا ہیں۔ ایک آزاد شاعر کا شعر ہے۔

---

① شاعر سزا سے مبرا نہیں ہوتا کہ جو چاہے کہدے جیسے پاگل۔

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

ناحق کے لفظ کو خیال کیجئے کس قدر گستاخی ہے یہ تو ایک آزاد شاعر کے قلم سے نکلا ہوا ہے بہت سے دینداروں کے کلام میں بھی ایسی غلطیاں ہیں ان میں سے ایک غلطی یہ بھی ہے کہ شعراء اپنے کلام میں اکثر مدینہ طیبہ کا نام یثرب باندھتے ہیں حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ یثرب جاہلیت کا نام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل کر طیبہ کر دیا۔ لطف یہ ہے کہ یثرب اور طیبہ کا وزن ایک ہی ہے شعر میں جہاں یثرب بندھ سکتا ہے وہاں طیبہ بھی بندھ سکتا ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند کئے ہوئے نام کو چھوڑ کر نا پسندیدہ نام کو باندھا جائے۔ اسی طرح جو اشعار خلاف شرع ہیں ان کا لکھنا بھی گناہ ہے اور پڑھنا بھی گناہ ہے اس میں بھی عورتیں بہت مبتلا ہیں۔ کوئی قصہ ماہ رمضان پڑھتی ہے کوئی معجزہ آل نبی ﷺ پڑھتی ہے بلکہ آج کل عورتوں کی انتہائی تعلیم یہی کتابیں رہ گئی ہیں۔ ایک شخص سے کسی نے پوچھا کہ تم نے کہاں تک پڑھا ہے۔ تو کہا میں نے سب کچھ پڑھا ہے۔ معراج نامہ میں نے پڑھا معجزہ آل نبی ﷺ میں نے پڑھا، نور نامہ میں نے پڑھا، ساپن نامہ میں نے پڑھا۔ اس کا نام سب کچھ رکھا ہے۔

قابلِ احتراز کتابیں

صاحبو! یہ کتابیں سب موضوعات ہیں۔ لکھنے والا تو گنہگار ہوا ہی پڑھنے والا بھی گنہگار ہوتا ہے اور ان کا شائع کرنا اور چھاپنا بھی گناہ ہے مطبع والوں نے آج کل یہ حیلہ تراش لیا ہے کہ ہم تو اپنی محنت کے دام لیتے ہیں راست و دروغ بر گردن راوی ①۔ مصنف اپنی تصنیف کا خود ذمہ دار ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی باغی کی کوئی تصنیف کردہ کتاب یا اشتہار بھی چھاپئے اور اگر عدالت میں یہ جواب طلب ہو تو کہہ دیجئے کہ ہم نے تو اپنی محنت کی اجرت لی ہے راست و دروغ بر گردن راوی۔ مصنف سے جواب طلب کیا جائے ذرا میں بھی دیکھوں کہ یہ جواب دیکھ کر مطبع والے چھوٹ جائیں گے یا نہیں۔ جب ایک دنیا کے حاکم سے نہیں چھوٹ سکتے تو حاکم حقیقی سے تو چھوٹنا معلوم۔ بیبیو! کیا دنیا میں یہ موضوعات ہی کی کتابیں رہ گئی ہیں۔

① ہم تو سچ ہی کہتے ہیں اگر یہ بات جھوٹ ہو تو راوی پر اس کا گناہ ہے۔

قابلِ مطالعہ کتب

کتابیں اچھی اور صحیح بھی تو بہت ہیں اور اتنی موجود ہیں کہ تمام عمر بھی پڑھو تو ختم نہ ہوں دین کی خدمت بحمد اللہ علماء نے اتنی کردی ہے کہ کافی سے بھی زیادہ کتابیں موجود ہیں۔ بہشتی زیور پڑھئے۔ بزرگوں کی حکایتیں پڑھئے۔ میں کہتا ہوں اگر دین کی کتا میں بھی نہ پڑھ سکو تو دنیا کی بھی ایسی کتابیں ہیں جو بیکار اور مضر نہیں۔ مثلاً صنعت وحرفت کی کتابیں کھانے پکانے کی ترکیبیں خوان نعمت۔ الوانِ نعمت پڑھو اور ان کی ترکیبوں سے کھانے پکاؤ۔ اپنا ہاتھ صاف کرو اس میں کچھ گناہ نہ ہوگا اور موضوعات میں تو سخت گناہ ہوتا ہے نہ دنیا کا کچھ فائدہ نہ دین کا بلکہ دین تو غارت ہوتا ہے۔

وقت کی قدر

صاحبو! کام میں لگیے اول تو کام دین کا ہے اگر اس سے فرصت ہو تو دنیا کے کام میں لگیے۔ کیا خوب فقرہ ہے۔

اگر مردم بہ امور آخرت نتوانند پرداخت کار ہائے دنیا چہ بداست

آج کل لوگ گھڑی گھنٹہ بہت رکھتے ہیں مگر وقت کی قدر خاک بھی نہیں۔ وقت کی قدر میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سوچ کر کام کیا جائے کہ یہ کام کرنے کا نہیں۔ اگر ہم لوگ اپنے وقت کی قدر کریں اور اپنے کاموں میں غور کر لیا کریں کہ کونسا کرنے کا ہے اور کونسا نہیں؟ کونسا ضروری ہے اور کونسا غیر ضروری تو بہت کچھ اصلاح ہو جاوے موضوعات اور فضولیات سب چھوٹ جائیں۔

سوچ کر کام کیجئے

غرض خدارا کام کو سوچ کر کرنے کی عادت ڈالئے اور ہر کام کو کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ یہ دین اور دنیا میں مضر تو نہیں دیکھئے کتنی جلد اصلاح ہوتی ہے۔ لیکن ایک بلا عام ہوگئی ہے کہ اس کا کسی کو بھی خیال نہیں دین کا تو کیا ہوتا دنیا کے بھی نفع ونقصان کو کام کرنے سے پہلے نہیں سوچ لیتے اور دین کی تو یہ حالت ہے کہ ذراسی آمدنی کے سامنے اس کی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی۔ ایک قصہ موضوع میں نے چھپا ہوا دیکھا۔ جس کو کسی مطبع والے نے چھاپا

تھا لیکن کچھ خیال دین کا بھی آ گیا تو گناہ سے بچنے کے لئے آپ نے اخیر میں یہ لکھ دیا

الحمد للہ والمنۃ کہ ایں قصہ موضوع طبع شد ①

سبحان اللہ بھلا آپ ایک اشتہار باغیانہ تو چھاپیے اور اسی طرح اس کے اخیر میں بھی لکھ دیجئے کہ یہ اشتہار باغیانہ ہے اور بے فکر ہو جایئے کہ اب اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ یوں لکھئے کہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ یہ باغیانہ اشتہار چھپ گیا جیسا وہاں الحمد للہ والمنۃ لکھا تھا۔ بھلا موضوع قصہ کے طبع پر الحمد للہ والمنتہ کے لفظ کو ② تو خیال کیجئے۔ چوری اور سینہ زوری اسی کو کہتے ہیں سوچئے تو سہی کہ یہ لفظ کس قلبی حالت کی خبر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے اگر ذرا بھی تعلق ہوتا تو ایسا لفظ کبھی نہ لکھا جا سکتا تھا۔ بعض لفظ ایسے ہوتے ہیں کہ ظاہر میں بہت ہی چھوٹے سے معلوم ہوتے ہیں لیکن ان پر بڑا وبال مبنی ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی کلمات کی نسبت حدیث میں ہے یھوي بھا سبعین خریفًا فی النار۔ یعنی بعض وقت آدمی زبان سے ایسا کلمہ نکال بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے ستر برس کی مسافت پر دوزخ میں گر جاتا ہے۔ بعض پڑھے لکھوں نے یہ عادت اختیار کر لی ہے کہ ایسے واہی تباہی کلمات زبان سے بک لئے پھر کہہ دیا توبہ توبہ خدا معاف کرے خوب یاد رکھئے کہ ان ابلہ فریبیوں ③ سے حق تعالیٰ دھوکہ میں نہیں آتے۔

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند　　　حق را بجسودے و نبی را بہ درودے ④

زبان کی روک تھام

غرض زبان کی حفاظت بہت ہی ضروری چیز ہے جس کو لوگوں نے بہت ہی خفیف سمجھ رکھا ہے۔ اور صاحبو! کچھ شریعت ہی نے زبان کی آزادی سلب نہیں کی بلکہ ہر قانون اور رواج زبان کی آزادی کے خلاف ہے کونسا قانون یہ کہہ سکتا ہے کہ زبان پر مواخذہ نہیں ابھی کچہری میں جا کر آپ زبان سے اقرار کر لیجئے کہ میں نے قتل کیا ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ یا اقرار کر لیجئے کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے سو روپیہ ہیں ابھی یہ رقم دینا پڑے گی اور اس کو کوئی نہ سنے گا کہ یہ بات واقع میں غلط یا صحیح ہے۔ اقرار کے بعد

---

① اللہ کا شکر ہے کہ یہ من گھڑت قصہ طبع ہوا ② ان دھوکے کی باتوں سے ③ من گھڑت قصہ چھاپ کر اس پر یہ لکھنا کہ اللہ کا شکر و احسان ہے کتنا بڑا جرم ہے'' ④ ''تم ان لوگوں سے ہرگز نہ ہو جو اللہ کو ایک سجدہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درود سے دھوکہ دیتے ہیں''۔

اس کے واپس لینے اور مٹانے کی بھی کوئی ترکیب نہیں یا راستہ میں کھڑے ہو کر کسی کو گالی دیجئے تو وہ شخص ضرور آمادۂ فساد ہو جائے گا پھر یہ نہیں کہا جا سکے گا کہ میں نے تو جھوٹ موٹ ایک لفظ زبان سے کہہ دیا تھا۔ غرض قانوناً دیکھئے یا عرفاً جس طرح بھی نظر ڈالئے زبان کو آزاد کبھی نہ پایئے گا پھر شریعت ہی پر کیا الزام ہے اگر وہ زبان کو روکتی ہے بلکہ آپ غور سے دیکھیں تو کالشّمس فی نصف النہار ① واضح ہو جائے کہ جن باتوں سے شریعت نے زبان کو روکا ہے۔ وہ واقعی اس قابل ہے کہ زبان کو ان سے خراب نہ کیا جائے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ غیبت ایسی چیز نہیں جس سے زبان کو روکنا چاہئے یا جھوٹ ایسی چیز نہیں یا بہتان ایسی چیز نہیں یا کثرت کلام اور فضول بک بک کرنا کوئی اچھی چیز ہے اگر بری باتوں سے شریعت روکتی ہے تو آپ کے بھلے کی بات ہے یا برے کی؟ اس پر تو ہم کو شریعت کی قدر کرنا چاہئے کہ چھانٹ چھانٹ کر بری باتوں سے ہم کو بچا لیا۔ اگر آپ لاکھ برس تک سر مارتے ② تو یہ باتیں معلوم نہ ہو سکتیں پھر ان بری باتوں میں بعضی وہ ہیں جن کو جہلاء اچھی سمجھتے ہیں وہ سب میں زیادہ روکنے کے قابل ہیں۔

کتاب نور نامہ کی حقیقت

ازاں جملہ ایک کتاب نور نامہ ہے جو مجموعہ موضوعات ہے مگر ایسا رائج ہوا ہے کہ سب لوگ خصوصاً عورتیں اس کو بہت شوق سے پڑھتی ہیں اور لکھنے والوں نے بھی غضب ہی کیا ہے کہ بجائے منع کرنے کے اس کے فضائل لکھ دیئے ہیں کہ جو کوئی اس کو جمعرات کو پڑھے تو اس پر آتشِ دوزخ حرام ہو جاوے۔ اہل علم جمعرات کی قید ہی سے پرکھ جاتے ہیں کہ یہ فضیلت ایجاد شدہ ہے۔ بنائی ہوئی بات کہیں چھپتی ہے کسی بات میں اتنا مبالغہ اس کے بے اصل ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ ایسی ہی کتابوں نے اسلام کو بدنام کر دیا ہرگز اس کا پڑھنا جائز نہیں۔

دعائے گنج العرش کی حقیقت

اور اسی قسم سے دعائے گنج العرش ہے اس کے بھی اس قدر معتقد ہیں کہ محتاجِ

---

① آپ پر یہ بات اتنی واضح ہو جائے گی جیسے عین دوپہر میں نکلتے سورج کو نہیں جھٹلا سکتے ② ایک لاکھ سال تک بھی تحقیق و جستجو کرتے۔

بیان نہیں ۔ میں اس دعا کی نسبت کلام نہیں کرتا دعا کا مضمون اچھا سہی لیکن اسناد غلط ہے قرآن وحدیث میں نہ یہ دعا آئی اور نہ کہیں اس کی یہ فضیلتیں آئیں اس کا نام ہی بتلا رہا ہے کہ موضوع ہے بنانے والے کو یہ بھی نہ سوجھی کہ لفظ گنج العرش کی ترکیب کیا ہے یہ لفظ عربی ہے یا فارسی گنج لفظ فارسی اور عرش عربی اور الف لام بھی عربی کا لگا ہوا یہ ترکیب ایسی ہوگی جیسے کوئی دکان کا ترجمہ کرے خانۃ التجارت۔ بھلے مانس کو عربی نام رکھنا تھا تو کنز العرش لفظ موجود تھا مگر کیا کیجئے اس کے موضوع ہونے کا ثبوت نام ہی میں رہنا تھا اور اسناد تو اس کی ایسی غلط ہے کہ اگر ذرا بھی کسی کو تجربہ ہو اور سچی جھوٹی باتیں سنی ہوں تو پہچان سکتا ہے کیونکہ اتنا مبالغہ جتنا دعائے گنج العرش کی اسناد میں ہے سچی بات میں کبھی نہیں ہوتا۔ ایک چور کا قصہ اس میں لکھا ہے کہ اس کو حاکم نے سزا دینی چاہی مگر قدرت نہ ہوئی ہاتھ کاٹنا چاہا نہ کٹا تلوار سے قتل کرنا چاہا نہ مرا۔ آگ میں جلانا چاہا نہ جلا۔ اس کی اس سے وجہ پوچھی گئی تو بیان کیا کہ میرے پاس دعائے گنج العرش ہے۔ اس میں گویا چوروں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ دعائے گنج العرش پاس رکھو اور خوب چوری کرو۔ خدا نہ کرے کہ اللہ میاں کا نام اس واسطے بنایا گیا ہو کہ اس سے گناہ میں مدد ملے استغفر اللہ! اچھی طرح سن لیجئے کہ یہ دعا موضوع ہے یعنی کسی کی تصنیف کردہ ہے۔ حدیث قرآن سے ثابت نہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ قرآن وحدیث میں آئی ہے افتراء علی الشرع ہے [1] اور محض جہالت اور بدعت ہے ہاں وہ دعا فی نفسہٖ ٹھیک ہے لیکن جو دعائیں قرآن وحدیث میں آئی ہیں وہ اس سے بدرجہا افضل ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ قرآن وحدیث کی تو کسی دعا کی یہ فضیلت نہیں آئی کہ اس کے پاس رکھنے سے نہ تلوار اثر کرے گی نہ آگ تو اس دعا کی یہ فضیلت کہاں سے آگئی یہ اسناد اور فضائل اس دعا کے تاجروں نے تراشے ہیں تاکہ ان کو دیکھ کر ہر شخص کو رغبت ہو اور تجارت خوب چلے تو اسناد اور فضائل تو بالکل جھوٹ اور ان اسناد کا پڑھنا اور عقیدہ رکھنا سب ناجائز اور نفس دعائے گنج العرش بلحاظ مضمون کے جائز ہے لیکن چونکہ اس کے پڑھنے والوں کے خیالات اس کی نسبت بہت بڑھے ہوئے ہیں اور وہی فضائل ذہن میں جمے ہوئے ہیں جو اس کے ساتھ لکھے ہوئے

---

[1] شریعت پر بہتان باندھنا ہے۔

ہیں اس واسطے سد اللباب① میں مناسب سمجھتا ہوں کہ نفس دعا کا پڑھنا بھی چھوڑ دیں۔

قرآن وحدیث کی دعائیں

اس کی جگہ قرآن وحدیث کی دعائیں اس قدر موجود ہیں کہ تمام دن پڑھے جایئے اور ایسی دعائیں ہیں کہ ان کی فضیلت کو کوئی دعا بھی نہیں پہنچ سکتی۔ الفاظ کی بندش ہی کی نسبت میں کہتا ہوں کہ پڑھنے سے خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کی تصنیف ہے اور یہ کس کی تصنیف ہے۔ گنج العرش کسی معمولی عربی داں کی تصنیف ہے اور وہ دعائیں جن کی تصنیف ہیں ان کی شان یہ ہے انا افصح العرب والعجم ②

اور ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف کہنا بھی مجازاً ہے ورنہ درحقیقت وہ الہامی اور من عند اللہ③ ہیں وما ینطق عن الھوی ④ کا مصداق ہیں پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی دعا بھی ان دعاؤں کی برابر ہو سکتی ہے علمائے محققین نے قرآن وحدیث کی دعاؤں کو جمع کر کے کتابیں بنادی ہیں اور ان کے حصے مقرر کر دیئے ہیں⑤ تاکہ روزمرہ پڑھنے میں سہولت ہو دو چار دفعہ ان کو پڑھئے آپ کی طبیعت خود دوسری دعاؤں کی طرف سے ہٹ جائے گی۔

آج کل کا ذوق

مگر آج کل مذاق پلٹ گئے ہیں کہ موضوعات ہی کو پسند کرتے ہیں۔ قصے بھی پڑھتے ہیں تو وہ جو بالکل فرضی اور جھوٹ ہیں اور سچے قصے پسند ہی نہیں آتے یہ عجیب غلطی ہے حالانکہ آج کل تحقیق وتعلیم کا بہت چرچا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جھوٹے قصے پڑھنے سے کونسی تحقیق ہوتی ہے اور عقلاء اور تعلیم یافتوں سے تعجب ہے کہ ایسے قصوں کو جھوٹا معلوم ہونے کے بعد پڑھتے ہیں۔ آج کل اسی قسم کی کتابیں کثرت سے بکتی ہیں اور لوگ بڑے شوق سے خریدتے ہیں۔ شریعت تو شریعت لوگوں نے عقل کو بھی چھوڑ دیا

---

① گمراہی کے دروازے کو بند کرنے کی وجہ سے ② ”میں (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عرب وعجم میں سب سے زیادہ فصیح اللسان ہوں“ کتاب الشفاء للقاضی عیاض/ ۱۷۸ ③ اللہ کی طرف سے ④ اپنی خواہش نفسانی سے آپ گویا نہیں ہوتے: النجم: ۳ ⑤ جیسے مناجات مقبول ہے جس کی سات منزلیں ہیں ہر روز اک منزل پڑھی جاسکتی ہے اردو، عربی دونوں زبانوں میں ہے۔

ہے۔ بعض کتابیں علاوہ جھوٹ ہونے کے مخرب اخلاق[1] بھی ہیں۔ جیسے گل بکاولی، بدر منیر کو پڑھ کر کس قدر برا اثر اخلاق پر پڑتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل کے رفار مروں کو اس کا مطلق خیال نہیں۔

ناول پڑھنے کا نقصان

بلکہ ان سے بھی زیادہ بُری ایک چیز ہے جو آج کل کثرت سے شائع ہے اور اس کو ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان اور رفارمران قوم سب ہی پسند کرتے ہیں وہ ناول ہیں پرانے قصوں میں ان کے پاسنگ بھی وہ اثر نہیں جو ان ناولوں میں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ کے جھوٹے قصوں میں تو صرف یہی تھا کہ داستان گو نے زمین آسمان کے قلابے ملا کر ایسا دلچسپ قصہ بنا دیا کہ سننے والوں کو اچھا معلوم ہوتا ہے بس اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک دلچسپ بات سنی طبیعت خوش ہوگئی مگر ان سے بدمعاشی کی ترکیبوں پر عمل کرنے کا کسی کو وسوسہ بھی نہیں آتا کیونکہ ان میں جو ترکیبیں ہیں امکان سے باہر ہیں ان میں تو محالات اور مستبعد باتوں سے قصہ کو رنگین کیا گیا ہے بخلاف ان ناولوں کے کہ ان میں واقعہ کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے جس میں زیادہ مبالغہ اور زمین آسمان کے قلابے نہیں ہوتے۔ ایسا فوٹو کھینچا جاتا ہے کہ گویا یہ واقعہ ہو رہا ہے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ سننے والے کو بدمعاشی کی ترکیبیں آسان اور سہل معلوم ہو جاتی ہیں اور اسی قسم کے حرکات کرنے میں اُسے پوری مدد ملتی ہے کہنے کو تو ناول تہذیب اخلاق کیلئے لکھے جاتے ہیں مگر ہوتی ہے ان سے تخریب اخلاق۔ یہ عجیب بات ہے آج کل کے ناول اس اثر خاص میں ان پرانی کتابوں سے بھی بدتر ہیں جو مخرب اخلاق اور داخل فحش کہی جاتی ہیں۔ جیسے بہار دانش وغیرہ وغیرہ۔ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے کہ ان کتابوں کے دیکھنے والے ایسے بداخلاق اور بے حیاء نہیں ہوجاتے جیسے ناولوں کے دیکھنے والے۔

کتابوں کا اثر

اس کی وجہ ایک باریک بات ہے وہ یہ کہ کسی کا کلام یا کتاب سننے یا دیکھنے

[1] اخلاق بگاڑنے والی ہیں۔

سے اس کے مصنف کا خفی اثر قلب پر پڑتا ہے گو وہ کتاب ظاہراً کیسی ہی ہو حتّٰی کہ ایک بزرگ کسی کے مکان پر گئے تھے پوچھا کہ یہاں بڑی ظلمت محسوس ہوتی ہے کیا بات ہے؟۔ صاحب خانہ نے کہا کہ یہاں ظلمت کی کوئی وجہ نہیں۔ یہاں قرآن شریف کی تفسیر کہی ہے۔ پوچھا کونسی تفسیر ہے؟ کہا کہ تفسیر کشاف ہے کہا کہ یہ اسی کی ظلمت ہے کیونکہ یہ ایک معتزلی ① کی تصنیف ہے۔ دیکھئے مصنف کی قلبی ظلمات اس کتاب میں موجود تھیں۔ اسی طرح مصنف کے قلبی انوار بھی اس کی تصنیف میں موجود ہوتے ہیں۔ پرانے عام لوگوں کے قلوب میں اتنی ظلمات نہ تھیں جتنی آج کل کے قلوب میں ہیں اس واسطے ان کی نا مناسب تصنیف میں بھی اتنی برائی نہیں جتنی آج کل کی تصانیف میں ہیں بلکہ ایسے لوگوں کی تصانیف جو اہل دل تھے مطلق ظلمت نہیں رکھتیں گو ان میں کیسا ہی نامناسب مضمون ہو دیکھئے یوسف زلیخا جامیؒ کی کیسی کتاب ہے بعض جگہ اس میں ظاہراً حسن اور عشق کے مضامین ہیں خصوص زلیخا کا سراپا لکھنے میں تو ذرا بھی کوتاہی نہیں کی گئی مگر آپ نے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ اس کو پڑھ کر کسی پر برا اثر پڑا ہو۔ یوسف زلیخا پرانے مکتبوں میں داخل درس تھی اور اب تک بھی ہے مگر اس کے پڑھنے والوں میں سے کسی پر بھی بے حیائی کا اثر نہیں پڑا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تصنیف ایک اہلِ دل کی ہے جن کا قلب نہایت سلیم تھا ان کی سلامت قلب ان کے کلام کے اندر موجود ہے خوب یاد رکھئے کہ جب کوئی کتاب دیکھنا ہو تو اول اس کے مصنف کے حالات معلوم کر لیجئے جس مذاق کا وہ ہو گا وہ مذاق اس کتاب سے دیکھنے والے میں ضرور متعدی ہوگا② یہ بڑی کام کی بات ہے۔ آج کل کے ناول نویس خود اخلاق ذمیمہ ③ سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کی کتابیں خواہ وہ کسی پیرایہ میں ہوں ان کے اخلاق کو کتاب کے دیکھنے والوں میں ضرور پہنچا دیتی ہیں۔ یہ راز ہے اس کا کہ ناول لکھے جاتے ہیں تہذیب اور اخلاق کے لئے اور ہوتی ہے تخریب اخلاق④۔

بعض کتب کے مطالعہ کو منع کرنے کی وجہ

میرا اعتراض صرف ناولوں پر ہی نہیں ہے جو کتابیں بھی اس قسم کی ہوں سب

---

① معتزلہ ایک باطل فرقہ ہے ② مصنف کا ذوق پڑھنے والے میں منتقل ہوگا ③ برے اخلاق کا پیکر ہیں ④ اخلاق درست کرنے کے لیے لکھے جاتے ہیں اور ہوتے ہیں اخلاق خراب۔

کو الگ کر دینا چاہئے جیسے گلِ بکاؤلی بدر منیر، قصہ حاتم طائی وغیرہ وغیرہ یہ سب جلا دینے کے قابل ہیں۔ تعجب ہے کہ اچھے اچھے عقلمند ان کتابوں سے اپنی اولاد کو نہیں روکتے بلکہ خود بھی دیکھتے ہیں اور بار بار پڑھتے ہیں۔ بوڑھے بوڑھے آدمی اس خبط میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح جو کتابیں بے اصل ہیں گو دین کی صورت میں ہوں ان کو مت پڑھو ان کے پڑھنے سے سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کیا حاصل ہے اسی جنس سے معراج نامہ ہے۔ عورتیں معراج نامہ بہت پڑھتی ہیں اور معراج نامہ بکتے بھی بہت ہیں۔ علی ہذا آج کل مولد شریف کے رسالے بہت تصنیف ہو رہے ہیں۔ ظاہراً یہ کتابیں خیر ہی خیر ہیں اسی وجہ سے لوگ ان پر بہت گرویدہ ہیں اور منع کرنا بھی ظاہراً سوء ادب معلوم ہوتا ہے اور ظاہر بین اور ناواقف اور جاہل لوگ منع کرنے والوں کے مخالف بھی ہو جاتے ہیں اور ان کو بے ادب اور گستاخ سمجھتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ مانعین گستاخ نہیں۔ ان کے اس ممانعت کا سبب گستاخی اور بے ادبی نہیں بلکہ اس کا اصلی سبب شان تحقیق اور ادب ہے وہ اس کو پسند نہیں کرتے کہ غیر واقعی مضامین اللہ و رسول کی طرف سے منسوب کئے جائیں۔ کیونکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اس کو منع فرمایا ہے۔ آپ ہی انصاف سے کہئے کہ امتثال حکم ادب ہے [1] یا یہ ادب ہے کہ حکم کو چھوڑ کر اپنے دل میں جو کچھ آئے اس کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ معراج نامہ اور مولد شریف کے رسالوں میں دیکھ لیجئے کہ کس قدر موضوعات ہیں صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لگا دینے سے ان کا پڑھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟۔ بلکہ یہ تو عین گستاخی اور معصیت ہے کہ جھوٹ بھی لگایا تو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ لگایا۔ اول تو ان میں مضامین خلاف شرع ہیں۔

عورتوں کی آواز کا پردہ

اور دوسرے اور مفاسد بھی ایسے موجود ہیں جن کی وجہ سے منع ہی کو ترجیح ہو سکتی ہے۔ مثلاً عورتیں ان کتابوں کو مجمع میں بیٹھ کر بلند آواز کے ساتھ اور خوش الحانی کے ساتھ

---

① حکم ماننا ادب ہے۔

پڑھتی ہیں جو دروازہ میں یا سڑک پر مردوں تک بھی پہنچ جاتی ہے کیا یہ جائز ہوسکتا ہے؟۔ دیکھو نماز میں عورت کے لئے قرآن شریف کی قرآت جہراً ناجائز ہے پھر مناجاتیں اور غزلیں اس طرح پڑھنا کہ غیر مردوں تک آواز پہنچے کیسے جائز ہوسکتا ہے ①۔ حج میں لبیک حاجی کو پکار پکار کر کہنا مسنون ہے حدیث میں تصریح موجود ہے کہ اچھا حج وہی ہے جس میں بہت چیخ پکار ہو یعنی لبیک کے نعرے لگائے جائیں لیکن عورت کے لئے لبیک بھی جہراً ناجائز ہے جب ایسے موقعوں پر عورت کو آواز نکالنے کی ممانعت ہے تو ان موقعوں پر جہاں مردوں کو بھی جہر کا اذن نہیں ہے کیسے اجازت ہوگی؟ خصوصاً اس وقت میں جبکہ فتنہ کا خوف بھی ہو عورت کو تو بلاضرورت پکار کر بولنے کی بھی ممانعت ہے اور جس موقع پر ضرورت بھی نہ ہو اس موقع پر زور سے بولنا اور آواز بنا بنا کر پڑھنا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے جائز ہوسکتا ہے؟۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آج کل طبائع میں کیسا انقلاب ہو گیا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس کے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ غیرت اس کو کیونکر جائز رکھتی ہے کہ عورتیں بلند آواز سے گائیں۔ جیسے باہر نکلنا ویسے ہی مردوں کو گانا سنانا۔ پردہ صرف صورت ہی کا نہیں ہوتا آواز کا بھی پردہ ہے۔

سنگار کا بھی پردہ ہے صورت کا بھی پردہ ہے۔ حیاء خود جزو ایمان ہے۔ جو افعال حیاء کے خلاف ہیں ان کو فحشاء کہتے ہیں جن کی نسبت وارد ہے ینھی عن الفحشاء والمنکر یعنی حق تعالیٰ منع فرماتے ہیں بے حیائی کی باتوں سے اور بری باتوں سے۔ اور وارد ہے إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ یعنی حق تعالیٰ نے بے حیائیوں ہی کو حرام کیا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی دیکھئے کلمہ حصر سے کس قدر شدت اس کی حرمت میں بڑھ گئی ہے۔

مطالعۂ کتب کے انتخاب کا معیار

اسلامی شریعت بھی کیا چیز ہے حیواں سے آدمی بناتی ہے جو باتیں شریعت میں منع ہیں وہ فطرت کی رو سے بھی بُری ہیں مگر اس کا کیا علاج کہ کوئی آدمی ہی بننا نہ

① معلوم ہوا کہ ٹی وی اور ریڈیو پر جو عورتیں نعتیں پڑھتی ہیں وہ ناجائز ہے۔

چاہے۔ایسی ہی ایک کتاب وفات نامہ ہے وہ بھی عورتیں بہت پڑھتی ہیں اس میں بھی بعض روایتیں بالکل غلط ہیں میں کہاں تک تفصیل کروں بس ایک گُر بتائے دیتا ہوں۔ یہ دستور العمل رکھو کہ جو کتاب دیکھنی ہو اول اس کو علماء کے پاس بھیجو اور دریافت کرو کہ یہ ہمارے دیکھنے کی ہے یا نہیں؟ اگر وہ اجازت دیں تو دیکھو ورنہ نہ دیکھو۔ اس عموم میں اچھی بری سب کتابیں آگئیں۔ میں کسی کتاب کی اجازت عام آدمیوں کو خصوصاً عورتوں کو نہیں دیتا تاوقتیکہ کسی معتبر عالم سے بالتخصیص ① اجازت نہ لے لیں۔

تصوف کی کتب کا مطالعہ ہر ایک کے لیے مفید نہیں

اس سے آپ تعجب نہ کریں کہ اچھی کتابوں سے بھی میں منع کرتا ہوں میں کھلے الفاظ میں کہتا ہوں کہ اچھی کتابوں کا دیکھنا بھی ہر شخص کے لئے جائز نہیں اس سے ان کتابوں کو عیب نہیں لگتا بلکہ ممانعت کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ دیکھنے والے کو اس کے سمجھنے کی استعداد نہیں ہوتی۔ کبھی وقت کا اقتضاء اس کے خلاف ہوتا ہے ایسے موقعوں پر ان ہی اچھی کتابوں سے بجائے ہدایت کے گمراہی پیدا ہو جاتی ہے۔ آج کل بہت سے لوگ گمراہ ایسے موجود ہیں جن کے ہاتھوں میں تصوف کی کتابیں موجود ہیں اور اپنے ہر ہر قول پر ان سے احتجاج کرتے ہیں۔ عوام کو وہ کتابیں دکھلا کر اپنا مدعا بزعم خود حق الیقین کے درجہ تک ثابت کر دیتے ہیں حالانکہ خود بھی گمراہ ہیں اور خلق خدا کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ واقع میں ان کی ایک بات بھی کتاب کے موافق نہیں ہوتی ایسے ایسے نازک مسئلے ان کے نوک زبان ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ وہ وحدۃ الوجود ② سے ادھر کوئی مسئلہ نہیں چھیڑتے اور ہمہ اوست ③ کا تو ہر وقت مشغلہ ہی ہے مگر سراسر گمراہ ہو گئے اور گمراہی کی وجہ یہ ہوئی کہ استعداد ان کو ہے نہیں کیونکہ اس فن کو کسی سے باقاعدہ حاصل نہیں کیا بس تصوف کی کتابوں کو اس خیال سے خود دیکھنا شروع کر دیا کہ یہ کتابیں تو بڑی اچھی ہیں اور خلق اللہ کی ہدایت ہی کے لئے لکھی گئی ہیں ان کے دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ بس نتیجہ اس کا یہ ہوا جو عرض کیا گیا ۔دیکھئے یہ غلطی ہے یا نہیں اب میرا کہنا درست ہے یا نہیں کہ اچھی

---

① خصوصیت سے ② تصوف کی ایک اصطلاح ہے ③ تصوف کا ایک مسئلہ ہے عوام کو ان کی تحقیق میں نہیں پڑنا چاہئے۔ اگر اس کی تفصیل دیکھنی ہو حضرت تھانویؒ کی کتاب شریعت وطریقت میں دیکھ لیں۔

کتابیں بھی مضر ہوتی ہیں یہ ضرر تو قلت استعداد ① کی وجہ سے ہوا اور بعض اچھی کتابوں سے اقتضاء حال کے خلاف ہونے سے مضرت ہو جاتی ② ہے کسی خائف کو جو غلبۂ خوف سے پریشان ہو کتاب الخوف سنائی جاوے تو وہ کتاب تو بری نہیں اور سننے والا غلط فہمی بھی نہ کرے گا لیکن بے موقع ضرور ہے کیونکہ اس وقت اس کو ضرورت ہے کتاب الرجاء ③ سنانے کی۔ یہ بات اہل علم کے یاد رکھنے کی ہے کہ مریض اور ضعیف القلب اور بوڑھے آدمی کو یا مرتے وقت کسی کو خوف کی باتیں نہ سناویں اِلّا باشد ضرورت ④۔ بعض وقت اس سے ایسا نقصان پہنچتا ہے کہ ایمان تک جاتا رہتا ہے۔ خصوصاً مشائخ کو ان باتوں کا خاص طور سے خیال کرنا چاہئے اب تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اچھی کتابیں کس طرح مضر ہو جاتی ہیں۔

ہر شخص کو ہر کتاب کا مطالعہ مفید نہیں

اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو میں ایک نظیر دیتا ہوں جس سے مضمون بہت واضح ہو جاوے گا وہ یہ ہے کہ شیخ بوعلی سینا اور جالینوس اور بقراط اور سقراط یہ کس درجہ کے لوگ تھے گویا طب کے موجد تھے ان کی طبی کتابیں سب کے نزدیک مسلم ہیں اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کسی کو نقصان پہنچانے کے واسطے نہیں لکھیں ان کی کتابیں سراسر نفع ہی نفع ہیں میں پوچھتا ہوں کہ ان کی کتابیں کیا سب ہی کو مفید ہو سکتی ہیں کیا ایسا شخص جس کو معمولی اردو کی لیاقت یا فارغ التحصیل عربی داں ہی سہی مگر اس نے طب نہ پڑھی ہو ان سے نفع اٹھا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہاں ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ ان کتابوں کو یہ سمجھ کر کہ یہ بڑے لوگوں کی تصنیف ہیں اور نفع ہی کے واسطے لکھی گئی ہیں۔ مطالعہ کر کے بے کھٹکے کسی علاج کی ہمّت کریں۔ علاج کے بارہ میں تو یہ دیکھا کہ اچھے اچھے طبیب بھی دوسروں سے مشورہ کر لیتے ہیں اور بہت غور اور فکر کے بعد کسی نسخہ کے استعمال کی جراءت کرتے ہیں۔ صاحبو! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جان کے معاملہ میں تو اس قدر احتیاط اور ایمان کے معاملہ میں اس قدر بے باکی۔

---

① یہ نقصان تو استعداد کی کمی کے سبب ہوا ② بعض کتب کے مضامین حال کے تقاضوں کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے ③ پرامید کتابیں سنانے کی ضرورت ہے ④ مگر جب ضرورت ہو۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ①

اس مثال سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ کتاب خواہ کیسی ہی معتبر اور مسلم ہو وہ بھی ہر شخص کے کارآمد نہیں ہوسکتی اور اس سے اس کتاب پر کچھ اعتراض نہیں ہوسکتا۔

بغیر استاد ترجمہ قرآن پڑھنے کی ممانعت

خود اہل تصوف نے لکھا ہے کہ ہماری کتابوں کا مطالعہ نا اہل کو حرام ہے چنانچہ میری تقریر سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی اب میں ترقی کر کے کہہ سکتا ہوں کہ حدیث اور قرآن سے بھی ہر شخص کو نفع نہیں ہوسکتا اور ہر شخص کو مناسب نہیں کہ حدیث و قرآن کو بطور خود پڑھے۔ یہ لفظ گو ظاہر میں موحش ② ہیں مگر اس کی شرح سن لیجئے۔ حدیث و قرآن کا پڑھنا بھی دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو تبرکا و استلذاذاً ③ اور ایک معنی اور مفہوم سمجھ کر۔ اول طریق سے تو ہر شخص کے لئے جائز ہے۔ بلکہ مامور بہ اور مستحب ہے اور صدہا برکات کا موجب ہے قرآن کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں ایسے ہی حدیثیں کوئی شخص تبرکاً پڑھے تو زہے قسمت اور دوسرے طریق سے ہر شخص کو جائز نہیں۔ یعنی جو شخص صحیح معنی سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا ہو اس کو قرآن کا ترجمہ یا حدیث کا ترجمہ پڑھنا جائز نہیں اگرچہ اردو ہی کا کیوں نہ ہو۔ اردو ترجمہ کی ایسی مثال ہے جیسے طب یا ڈاکٹری کی اردو کتابیں سو بتلایئے کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ بدون طب یا ڈاکٹری باقاعدہ پڑھے اردو کی کتاب کچھ کام دے سکتی ہے۔ میں لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ اگر قرآن کا ترجمہ دیکھنے کا شوق ہو تو کسی معتبر استاد سے سبقاً سبقاً پڑھا کر و اپنی قابلیت کے بھروسہ نہ رہو۔ بی اے اور ایف۔اے پاس کرنا اور بات ہے اور قرآن وحدیث کا سمجھنا اور بات ہے۔ کیا ایف۔اے اور بی۔اے پاس کر کے آپ ڈاکٹری کی کتاب سے نسخہ نکال سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ میں اس سے کم درجہ کا کام بتلاتا ہوں کہ بدون سیکھے وہ بھی نہیں ہوسکتا۔ کیا ایف۔اے اور بی۔اے پاس کر کے آپ جوتی گانٹھ سکتے ہیں اور اگر آپ اپنی قابلیت کے بھروسہ اس کی ہمت کریں گے تو ایک چمار کا لونڈا بھی آپ کی غلطی پکڑ لے گا۔

---

① ”ان دونوں باتوں میں فرق ملاحظہ کیا جائے کہ کیا ہے“ ② ان الفاظ سے ظاہری طور پر اگرچہ وحشت ہوتی ہے ③ برکت ولذت حاصل کرنے کے لیے۔

بڑے حیف ① کی بات ہے کہ ایف۔ اے اور بی۔ اے پاس کر کے چمار کا کام تو نہ آوے اور قرآن وحدیث کی فہم کی قابلیت آجاوے مثل مشہور ہے لکل فن رجال (ہرفن کے کچھ مرد ہوتے ہیں) یعنی ہر کارے وہر مردے (ہر کام کا ایک مرد ہوتا ہے) جو کام جس کا ہے اس کے سپرد کرنا چاہئے۔ ہاں اس سے نفع اٹھانے کی تدبیر یہ ہے کہ اس سے مشورہ کرو اور اس کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دو۔ غرض کارآمد طریقہ یہی ہے کہ جس کتاب کو دیکھنا چاہو اول علماء سے پوچھ لو خصوصاً عورتوں کو بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ یہ خود خلقۃً ناقص العقل ہیں ② اور تحصیل علم کے ذرائع ان کے واسطے کم ہیں اس لئے اپنی رائے سے کتابوں کا مطالعہ کرنے میں بہ نسبت اصلاح کے ان کا فساد زیادہ قریب ہے میں تو مشورہ دیتا ہوں کہ عورتیں کوئی غیر ضروری کتاب بھی نہ دیکھیں بلکہ سوائے کام کی کتابوں کے گھر میں بھی نہ رکھیں۔ خصوصاً نظم کی کتابیں کیونکہ نظم کی اکثر کتابوں میں مسئلہ مسائل یا کوئی دنیاوی کارآمد صنعت وحرفت تو ہے ہی نہیں صرف شاعرانہ مضامین ہوتے ہیں ان کی عورتوں کو کیا ضرورت ہے۔ نظم کی کتاب گھر میں رکھو ہی مت غیر معتبر کتابوں کے پاس مت پھٹکو ان سے نفع نہیں ہوتا بلکہ نقصان ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ عورتوں میں خوش اعتقادی کا مادہ بہت ہوتا ہے خصوصاً کتابوں پر تو بہت ہی جلد ایمان لے آتی ہیں تو اگر کوئی غیر معتبر کتاب گھر میں ہوگی تو گھر کی بی بی کو یا اور آنے جانے والی کسی بی بی کو یا آئندہ آنے والی نسلوں کو نقصان پہنچے گا۔

ہر کتاب قابلِ اعتبار نہیں

عورتوں کی خوش اعتقادی کی یہ حالت ہے کہ بعضی بیبیاں جب کوئی بات بیان کرتی ہیں اور ان سے کہا جائے کہ یہ بات غلط ہے تو کہتی ہیں غلط کیوں ہوتی میں نے کتاب میں پڑھی ہے کیا کتابیں بھی جھوٹی ہیں گویا ان کے نزدیک ہر کتاب کا سچا ہونا لازم ہے۔ میں بتائے دیتا ہوں کہ یہ خیال غلط ہے۔ دیکھو کافروں کے پاس کتنی کتابیں ہیں جن میں شرک اور تثلیث تک کی باتیں لکھی ہوئی ہیں کہ وہ بھی سچی ہیں اور آج کل کا مذاق تو یہ ہوگیا ہے کہ جو بات کسی کو معلوم ہوا اُسی کی ایک کتاب بنالی۔ بکری پالنے کی کتاب بھینس

① بڑے افسوس کی بات ہے ② کیونکہ یہ کم عقل پیدا کی گئی ہیں۔

پالنے کی کتاب ایسی ایسی کتابیں چھپی ہوئی موجود ہیں جن سے چھاپنے والے روپیہ کماتے ہیں۔ آج کل حب مال داخل سرشت ہوگیا ہے جس طرح ہوسکے سچ سے، جھوٹ سے، عیب سے، ہنر سے روپیہ کماتے ہیں۔ زبانی جھوٹ میں تو یہ خیال ہوسکتا ہے کہ کوئی غلطی نہ پکڑ لے اور کتاب لکھنے میں اس سے امن ہے۔ کتاب میں جو چاہا بک دیا اور اچھی ضخامت کی کتاب جلد تیار کر دی اور اشتہار خوب نمکین چھاپ دیا بس کچھ نہ کچھ رقم کھڑی ہو ہی گئی۔ اس میں اگر جھوٹ اور فریب بھی ہوا تو بعد خرید لینے کے کوئی کیا کر لے گا بہت سے بہت دو چار گالیاں دے کر خاموش ہو جائے گا۔ یہ بات بھی خیال کرنے کی ہے کہ جب لوگوں نے دنیا میں یہ بے حیائی اختیار کر لی ہے کہ جھوٹی سچی کتابیں بے دھڑک چھاپتے ہیں جس میں بعض وقت یہ بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ ہاتھ کے ہاتھ اس کا بد نتیجہ ظاہر ہو جائے گا اور رسوائی اور فضیحت ہوگی ① اور قانون اور حکام کی طرف سے اس پر گرفت کی جاوے گی تو دین میں تو یہ جو کچھ بھی کر گزریں بعید نہیں کیونکہ وہاں یہ بھی اندیشہ نہیں کہ اس کی پاداش دست بدست مل جائے گی کیونکہ حق تعالیٰ نے دین کا معاملہ آخرت پر رکھا ہے۔ اور دنیا کے لوگوں میں رسوائی نہیں ہوتی بلکہ اس کا عکس ہوتا ہے کہ جتنی کوئی جھوٹی جھوٹی اور رنگ آمیز باتیں کرے مجلس آرائی خوب ہوتی ہے اور خوب جاہ ② حاصل ہوتا ہے۔ پھر کتاب لکھنے والے کیوں احتیاط کرنے لگے اس میں تو ان کے بہت سے فائدے ہیں اس واسطے ہر کتاب کا اعتبار کیسے کیا جا سکتا ہے بلکہ غالب یہ ہے کہ آج کل دین کے نام سے جو کتابیں جدید تصنیف ہوتی ہیں وہ اکثر غلط ہوتی ہیں ان سے مقصود صرف کمائی ہوتی ہے اس واسطے میں کہتا ہوں کہ کتاب کے دیکھنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے عورتیں تو عورتیں مرد بھی اور ان میں سے جاہل ہی نہیں بلکہ تعلیم یافتہ بھی غلطی میں پڑ جاتے ہیں بس اسلم طریقہ یہی ہے کہ جب کوئی کتاب دیکھنی ہو کسی معتبر عالم کو وہ کتاب دکھلا کر پوچھ لے کہ میرے حسب حال اس کتاب کا دیکھنا مناسب ہے یا نہیں؟۔

---

① بدنامی اور شرمندگی ہوگی ② اقتدار حاصل ہوگا۔

غیر مذہب اور باطل فرقوں کی کتابیں دیکھنے سے احتراز کریں

یہ خطاب میں عام لوگوں سے ہی نہیں کرتا بلکہ بعض خواص اور لیاقت رکھنے والوں کو بھی کرتا ہوں کیونکہ آج کل بعضے پڑھے لکھوں کا یہ مشغلہ دیکھا ہی جاتا ہے کہ وہ غیر مذہب کی کتابیں بہت دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ دوسرے مذہب میں کیا ہے محض آبائی تقلید سے اپنے مذہب کو سب سے بڑھ کر سمجھتے رہنا ٹھیک نہیں بلکہ تحقیق کے ساتھ اپنے مذہب کا معتقد ہونا چاہئے اور مذاہب باطلہ کی تردید کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ دیکھیے یہ کس قدر مضر خیال ہے گو یہ بات ان کی فی نفسہٖ ٹھیک ہو لیکن وہ تحقیق اور تردید کے اہل نہیں۔ اس کے اہل حق تعالیٰ نے اس امت میں حفاظت دین کے لئے بہتیرے پیدا کئے ہیں جو ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں اور اس فن کے کاملین اتنی مبسوط اور مدلل و مفصل کتابیں لکھ گئے ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹا شبہ تک ان کے بیان سے نہیں بچا ان کے اصول ایسے ہیں کہ قیامت تک بھی جو شبہ پیدا ہو سکے گا اس کا جواب ان اصول سے مل سکے گا تو وہ لوگ اس کام کو کریں گے اور کرتے ہیں لیکن ہر شخص تو اس کا اہل نہیں کہ باطل کا مطالعہ کیا کرے اور اس کے مزخرفات ① سے دھوکہ میں نہ پڑے میں عوام کو مشورہ دیتا ہوں کہ دوسرے مذاہب کی کتابیں ہرگز نہ دیکھیں اور اس کام کو اس کے اہل یعنی علماء کے سپرد رکھیں آخر اور بھی تو بہت سے کام ہیں جو ہر شخص نہیں کر سکتا اور ان کو دوسروں پر چھوڑ رکھا ہے دنیا میں وہ کون شخص ہے جو اپنی تمام ضرو ریات کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دے سکے کہ کھیتی بھی خود ہی کر لے آٹا بھی خود ہی پیس لے روٹی بھی خود ہی پکا لے کھانے پکانے کے آلات ہانڈی، برتن، چمٹا، توا وغیرہ بھی خود بنا لے جوتہ بھی خود ہی سی لے۔ کوئی ایک ہی شخص ایسا بتا دیجئے۔ انسان کے مدنی الطبع ہونے کے یہی تو معنی ہیں کہ جو اپنے کاموں میں دوسرے کا محتاج ہے۔ اور آج کل تو تقسیم عمل کا مسئلہ بہت ہی مسلم اور زبان زد ہے پھر دین ہی نے کیا قصور کیا کہ اس میں ہر شخص دخل دینے لگے اور دوسرے افراد کی احتیاج نہ سمجھے مجھے سخت تعجب ہے ان لوگوں سے جو تمدن کے مدعی ہیں اور رفارمر کہلاتے ہیں اور وہ دین کے لئے اپنی رائے کو کافی سمجھتے ہیں اور اس

① جھوٹی اور واہیات باتیں۔

جماعت کی ضرورت نہیں سمجھتے جو اس کام کی متکفل ہے اسی طوفان بے تمیزی کو دیکھ کر میں نے خطاب عام کیا ہے کہ کوئی شخص اپنی رائے کو کافی نہ سمجھے اور اپنی رائے سے کسی کتاب کو نہ دیکھے بلکہ اس جماعت سے رائے لے جو اس کام کے لیے مخصوص ہے یعنی علماء سے عقل کی بات یہی ہے اور یہ ضروری بات ہے اس کو سرسری نہ سمجھا جاوے۔ غرض نامشروع تحریر کا وہی حکم ہے جو نامشروع تقریر کا اور کسی بات کا لکھنا زبان سے ادا کرنے ہی کے حکم میں ہے تو کتاب میں لکھنا اسی بات کا درست ہے اور اسی مضمون کو دیکھنا بھی درست ہے جس کا زبان سے کہنا درست ہے تو بری کتابوں کا لکھنا اور دیکھنا سب زبان ہی سے بری باتیں کہنے کے حکم میں ہے جس کا ناجائز ہونا میں نے عقلاً نقلاً ثابت کر دیا لہٰذا یہ مشغلہ چھوڑ دیا جاوے۔ صاحبو! جو بات زبان سے کہی جاوے یا کتاب میں لکھی جاوے یا سنی جاوے یا پڑھی جاوے اس کو سوچ سمجھ کر اور خیال کر کے سنا یا پڑھا یا دیکھا جائے بہت اہتمام کے ساتھ اس کی عادت کر لینی چاہئے۔

عافیت کی کنجی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے کیسے چھوٹے سے لفظ میں ان سب کو جمع کر دیا ان الله کره لکم قیل وقال ① یعنی بک بک کو ناپسند فرمایا۔ دعویٰ کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جو کوئی قیل وقال زیادہ کرے گا وہ ان سب مفاسد میں جن کو میں نے کسی قدر شرح وبسط کیساتھ بیان کیا ہے ضرور مبتلا ہوگا اور جو زبان کی حفاظت کرے گا وہ ان تمام مفاسد سے ضرور بچے گا۔ صاحبو! بتلایئے کہ یہ سب مفاسد قابل احتراز ہیں یا نہیں ؟۔ جب قابل احتراز ہیں تو ان کی انسداد کی تدبیر بھی ضروری ہوئی۔ اس حدیث میں تدبیر یہ ارشاد ہوئی ہے کہ قیل وقال کم کرو اس جملہ کی قدر وہ شخص جان سکتا ہے جس کو ان مفاسد سے از خود نفرت ہو لیکن اس نے یہ حدیث نہ سنی ہو اور اپنی عقل سے ان کے انسداد کی تدبیر سوچتا ہو اور ایک مدت اس میں صرف کر چکا ہو وہ اس حدیث کو سن کر حیران رہ جائے گا کہ اتنے عیوب کی دوا کیسی سہل اور مختصر بتلائی گئی ہے جب وہ اپنی کوشش پوری طرح صرف کر چکا ہو اور پریشان ہو گیا ہو کہ ان مفاسد کی تدبیر کیا کیا کروں

① صحیح البخاری، کتاب الاستقراض: ۲۴۰۸۔

اس وقت اس کے سامنے یہ جملہ پڑھ دیا جائے تو واللہ اس کو وجد آ جائے گا کہ ایک جملہ میں سب کا علاج موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ زبان کو روکو جب زبان سے کم بولو گے اور زبان کے باب میں احتیاط کا خیال تمہارے دل میں جم جاوے گا تو نہ فضول بولو گے اور نہ فضول کتابیں دیکھو گے اور نہ کسی سے لڑائی جھگڑا ہوگا اس سے دنیا کی کتنی عافیت نصیب ہوگی اور جو مضرتیں فضول کتابوں یا باتوں پر مبنی تھیں ان سب سے حفاظت ہو جاوے گی یہ دین کی عافیت ہوگی تو کم بولنا کیا ہے؟ حقیقت میں کنجی ہے دین و دنیا کی عافیت کی اور زیادہ بولنا کنجی ہے ہر قسم کے مفاسد کی ہم لوگوں کو یہ نعمتیں مفت ہاتھ آ گئی ہیں اس واسطے قدر نہیں ہوتی مگر عقل کی بات یہ ہے کہ ان جواہرات کی قدر کرو اور اس پر پورا پورا عمل کرو میرا یہ مطلب نہیں کہ بالکل بولنا چھوڑ دو بلکہ مطلب یہ ہے کہ کم بولو اور جب بات کرو تو پہلے سوچ لو کہ اس بات کی آیا ضرورت ہے یا نہیں؟ اور یہ بات مفید ہے یا مضر دنیا کا یا دین کا کسی کا نفع تو دیکھ لو اگر کسی کا بھی نفع نہیں ہے تو مت بولو خاموش بیٹھے رہو۔ بے ضرورت بات کرنے سے قلب کی نورانیت جاتی رہتی ہے گو وہ بات جواز ہی کے مرتبہ میں ہو اور کوئی فتویٰ اس پر نہ لگ سکے۔

زبان کے گناہوں سے بچنے کی تدبیر

غرض زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے اور کسی قدر مشکل بھی ہے مشکل ہونے کی دلیل ایک تو یہی ہے کہ عام و خاص عالم و جاہل اور اچھے اچھے سمجھدار اور زبان کے گناہ جاننے والے بھی اس میں مبتلا ہیں الا ماشاء اللہ۔ کوئی بات تو ہے کہ اس سے بچاؤ نہیں ہوتا مگر چونکہ یہ فعل اختیاری ہے اس لئے قدرت سے خارج ہرگز نہیں اس کا اصل علاج تو ہمت ہے اور آدمی مکلف ہی اس لئے بنایا گیا ہے کہ نفس پر جبر کر کے احکام الٰہیہ کی تعمیل کرے گو وہ قدرے دشوار ہوں مگر قدرت میں ضرور داخل ہیں پس ہمت کر کے زبان کی حفاظت کرے جیسا کہ تمام افعال اختیاریہ کا یہی حال ہے اور علماء نے آسانی کے لئے اس کی کچھ تدبیریں بھی لکھی ہیں اور وہ علماء کی ایجاد نہیں بلکہ حدیث و قرآن ہی سے مستنبط ہیں۔ سب سے اول تو یہ تدبیر ہے کہ بے ضرورت بولو ہی مت جائز

ناجائز کی گفتگو چھوڑ دو اس تفصیل میں نہ رہو کہ ناجائز بات نہ بولیں گے بلکہ جائز بات میں بھی احتیاط کرو کہ بے ضرورت شدیدہ نہ بولو کیونکہ جب زبان کو ذرا بھی وسعت دی جاتی ہے تو گناہ میں ضرور مبتلا ہو جاتی ہے۔

تدارکِ گناہ

اور ایک تدبیر جو تدبیر ہونے کے ساتھ تدارک بھی ہے یہ ہے کہ جب دو چار آدمی جمع ہو کر باتیں کریں تو باتیں ختم کرنے سے پہلے کچھ ذکر اللہ اور ذکر الرسول بھی کرلیا کرو اس کی ضرورت حدیث سے ثابت ہے۔ حدیث میں ہے ما جلس قوم مجلسًا لم يذكروا الله فيه ولم يصلوا على نبيه صلى الله عليه وسلم الا كانت عليهم ترة① یعنی جس مجلس میں لوگ باتیں کرتے ہیں اور اس مجلس میں حق تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجتے وہ مجلس ان کے لئے قیامت کے دن حسرت کا باعث ہوگی اور بھی کچھ نہ ہو تو ختم کرتے وقت یہی کہہ لیا کریں سُبۡحَٰنَ رَبِّكَ رَبِّ ٱلۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَٰمٌ عَلَى ٱلۡمُرۡسَلِينَ وَٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ② یہ لفظ جامع ہے ذکر اللہ اور ذکر الرسول دونوں کو علماء نے لکھا بھی ہے کہ یہ کفارہ مجلس ہے اس میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ جو لایعنی باتیں زبان سے نکل جاتی ہیں ان کا اس سے کفارہ ہو جاتا ہے (کفارہ مجلس حدیث میں اور بھی آیا ہے جو کتاب الادعیہ میں مذکور ہے۔ سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك③ اور ایک فائدہ یہ ہے کہ جب آدمی اس کا التزام کرلے کہ ہر مجلس میں کفارہ مجلس ضرور پڑھ لیا کرے گا یا کوئی ذکر ضرور کیا کرے گا تو نفس کے اوپر اس پابندی کا بار ہوگا پھر گناہ کی بات تو کرے ہی گا نہیں بلکہ بولنا ہی کم کر دے گا کیونکہ جس کام پر کچھ تدارک کرنا پڑتا ہے اس کے انسداد میں اس کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہی ہے لیکن یہ اثر جب ہوگا کہ جب پورے پابند بن جائے اور ہر وقت زبان کی نگرانی رکھیے

---

① مسند احمد ۵۱۵:۲ ② ’’آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے‘‘ الصافات: ۱۸۲، ۱۸۰ ③ ’’اے اللہ آپ پاک ہیں مع اپنی حمد کے گواہی دیتا ہوں سوائے آپ کے کوئی معبود نہیں مغفرت چاہتا ہوں آپ سے اور آپ کی طرف رجوع ہوتا ہوں‘‘ سنن الترمذی: ۳۴۳۳۔

اور ہر مجلس میں کچھ ذکر یا کفارہ مجلس ضرور کرلیا کیجئے اور میں صرف گناہ ہی کی باتوں کو نہیں کہتا ہوں جائز باتیں بھی کروتواس میں بھی اسے ملالو۔

زبان کی قدرومنزلت

افسوس ہے کہ لوگ زبان کو کچھ سمجھتے ہی نہیں اس کی قدر اس واسطے نہیں ہے کہ یہ ایسا عطیہ الٰہی ہے کہ کم ہوتا ہی نہیں اس کی قدر اس شخص سے پوچھئے جو اس نعمت سے محروم ہے ایک گونگے سے یوں کہا جائے کہ ہم ایسی تدبیر کرتے ہیں کہ تیری زبان گویا ہو جائے مگر شرط یہ ہے کہ تو سوائے اللہ اللہ کے کچھ نہ بولنا واللہ باللہ وہ اس کو خوشی سے منظور کرلے گا۔ پس یہ زبان نعمت بے انتہا ہے حق تعالی نے اس کو بہت وسعت دی ہے لیکن یہ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ اصل میں عطا ہوئی ہے ذکر اللہ کے لئے ہاں ضرورت کے وقت اور کام میں لانے کی بھی اجازت دی گئی ہے اور اسکو آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اس کی نگرانی بھی ایسی ہی بے انتہا ہے جیسی یہ نعمت غیر محدود تھی ۔نص قرآنی موجود ہے مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ① یعنی انسان کوئی کلمہ بھی منہ سے نہیں نکالتا مگر اس پر سخت نگراں تعینات ہے غرض جو بات منہ سے نکلتی ہے اچھی ہو یا بری ہو ذکر ہو یا غیر ذکر لکھ لی جاتی ہے۔ پھر سب باتیں محفوظ رہتی ہیں قیامت کے دن ایک ایک لفظ پر باز پرس ہوگی۔

زبان کی حفاظت

دیکھئے کس قدر فکر کی چیز ہے ایک دن کی باتوں کا حساب بھی اگر کوئی دینا چاہے تو مصیبت میں آجاوے پھر ساری عمر کی باتوں کا حساب تو جیسی مصیبت ہے معلوم ہے حق تعالی درگذر ہی کریں تو خیر ہے ورنہ کہیں ٹھکانہ نہیں ہم لوگ درگزر کے بھروسہ بیٹھے ہیں لیکن یہ سخت غلطی ہے اگر درگزر نہ ہوئی تو کیا ہوگا۔ یہ ایسی بات ہے جیسے پرانے زمانہ میں اس زمانہ کی رسم کے موافق بعض دفعہ پھانسی کے مجرموں کو یہ بات پیش آئی ہے کہ پھانسی گلے میں ڈالی گئی اور لٹکائے گئے تو رسی ٹوٹ گئی اور موت سے بچ گئے اس کو دیکھ کر کیا کوئی یہ ہمت کرسکتا تھا کہ اپنے گلے میں پھانسی ڈال کر لٹکا کرے اور یوں کہے کہ ممکن ہے رسّی ٹوٹ جائے اور میں نہ مروں تو کیا کوئی اس کی ہمت کر سکتا ہے؟ یا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ

① سورۂ قٓ: ۱۸۔

عقل کی بات ہے۔ صاحبو! یہی حالت گناہ کی ہے کہ گناہ کرنا گلے میں پھانسی ڈالنا ہے اس کا ذاتی اثر تو یہی ہے کہ عذاب میں ڈال دے اور کیسا عذاب جو پھانسی سے بدرجہا بہتر ہے یہ اور بات ہے کہ کبھی عفوالٰہی سے اس پر عقاب کا نتیجہ متفرع ① نہ ہو۔ جیسے کبھی پھانسی کی رسی ٹوٹ جاتی ہے جو شخص گناہ کی ہمت کرتا ہے اس کو چاہئے کہ پھانسی میں بھی لٹکنے کی ہمت کرے ہر گناہ کی یہی حالت ہے خصوصاً زبان کے گناہ تو بدترین گناہ ہیں ان سے تو بہت خوف کرنا چاہئے۔ کثرت کلام میں یہ تو زبان کے گناہ کے متعلق بیان ہوا۔

قاعدہ کلیہ

اب ایک قاعدہ اور سمجھنا چاہئے کہ ہر فعل کا کوئی نہ کوئی منشاء ہوتا ہے یعنی اگر کوئی گالیاں بکتا ہے تو گالیاں بکنا تو زبان کا فعل ہے مگر اس کا منشاء اندر ہے یعنی قلب میں غضب ہونا جب قلب میں غصہ آتا ہے تب زبان سے گالیاں نکلتی ہیں ہر فعل کی یہی حالت ہے کہ اس میں جوارح قلب کے تابع ② ہوتے ہیں جب قلب کو حرکت ہوتی ہے تب ہی جوارح کو ہوتی ہے اور قلب کی حرکت کا بھی کوئی سبب ہوتا ہے جس سے اس میں حرکت پیدا ہوتی ہے اس سبب ہی کو منشاء کہتے ہیں۔

کثرتِ کلام کا منشاء

اب سمجھ لیجئے کہ کثرت کلام کا منشاء کیا ہے جس سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیز ترفع ہے یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اس واسطے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی ایسے موقع پر زیادہ نہیں بول سکتا جہاں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے دیکھو اپنے کسی بزرگ کے سامنے اور استاد کے سامنے کوئی زیادہ نہیں بولتا اس واسطے کہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے اور اس کو بڑا اور اپنے ہم جولیوں میں یا اپنے چھوٹوں کے سامنے بے محابا بولتا ہے ان شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ کثرت کلام جب ہی ہوسکتی ہے جبکہ اپنا بڑا ہونا اپنے ذہن میں ہو اور جب آدمی اپنے آپ کو چھوٹا سمجھے تو ممکن نہیں کہ اس سے کثرت کلام ہوسکے اب میں پوچھتا ہوں کہ ہمارے لئے کوئی موقع اپنے کو بُرا سمجھنے کا ہے ہی

① کبھی اللہ پاک کے معاف کرنے کی وجہ سے اس پر عذاب نہیں ہوتا ② ہاتھ پیر دل کے تابع ہیں۔

یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں کیونکہ ہم لوگ جو اپنے لئے بڑے بننے کا کوئی موقع تجویز کرتے یہ اُسی وقت تک ہے جب تک ہماری نظر کوتاہ ہے اور اگر ذرا بھی اس میں وسعت ہوتو کوئی موقع بھی بڑے بننے کا نظر میں نہ آوے اس واسطے کہ اگر کوئی آدمی کسی سے بڑا بھی ہے تو اس کے اوپر بھی ایک بڑا ضرور موجود ہے اور حالت یہ ہے کہ جس سے یہ بڑا ہے وہ بعض اوقات اس کے سامنے بھی نہیں ہوتا اور جو اس سے بڑا ہے وہ ہر وقت اس کے سامنے ہے وہ کون؟ یعنی حق تعالیٰ شانہ۔ صاحبو! چاہے کوئی آدمی لاکھ بڑوں کا بڑا ہو مگر حق تعالیٰ کے سامنے تو چھوٹا ہی ہے اور حق تعالیٰ ہر وقت حاضر ناظر ہیں ہی۔ تو اس کا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا جب ہی ہوسکتا ہے جب حق تعالیٰ کی طرف سے نظر ہٹ جائے اور یہ کس قدر غفلت اور حرمان کی بات ہے۔

ہر آں کو غافل از دے یک زمان است در آن دم کافر است اما نہاں ست ①

پس اپنی بڑائی نظر آنے کا وہی وقت ہے جب حق تعالیٰ سے غفلت ہو اور کثرت کلام اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اپنی بڑائی ذہن میں ہو نتیجہ یہ نکلا کہ کثرت کلام اسی وقت ہوسکتی ہے جب حق تعالیٰ سے غفلت ہو اور خدا سے غفلت ایک مرض نہیں بلکہ مجموعۃ الامراض ہے تو جس شخص کو کثرت کلام میں مبتلا دیکھو سمجھ لو کہ ایک مرض میں مبتلا نہیں ہے بلکہ بہت سے امراض میں مبتلا ہے یہی باتیں ہیں جن سے عارفین کو ذرا سی بات میں آدمی کی پوری حالت معلوم ہو جاتی ہے۔

تکبر کا علاج

اور یہی فرق ہے ظاہری تعلیم اور باطنی تعلیم کرنے والوں میں کہ وہ جڑ کو دیکھتے ہیں۔ وہ کثرت کلام کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ اس شخص میں وہ تمام امراض موجود ہیں جو ترفع اور تکبر کی فرع ہیں۔

صاحبو! اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ایسا فعل ہے جس میں مفاسد ہی مفاسد ہیں۔ آدمی اپنے آپ کو کبھی بڑا نہ سمجھے اگر یوں ذہن میں نہ آوے تو چاہیئے بہ تکلف اس کی مشق کرے

① ”جو شخص ایک لمحے کے لیے بھی اللہ سے غافل ہے اس لمحے میں وہ کافر ہے اگرچہ اس کا کفر پوشیدہ ہے“

اہل اللہ نے اس کی تدابیر لکھی ہیں وہ یہ ہیں کہ اگر اپنے سے چھوٹے کو دیکھے تو اس وقت یہ خیال کرے کہ یہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے اس نے گناہ کم کئے ہیں میری عمر زیادہ ہے گناہ بھی میرے زیادہ ہوں گے اور اپنے سے بڑے کو دیکھے تو یوں خیال کرے کہ اس کی عمر زیادہ ہے اس نے نیکیاں مجھ سے زیادہ کی ہوں گی۔ لوگ ان باتوں کو توہمات سمجھتے ہیں لیکن یہ توہمات ہی کام دینے والے ہیں آخر اپنے کو بڑا سمجھ کر کونسی بات حاصل ہوگی اور کیا نفع ہو جائے گا؟ شیطان ایک یہ بھی وسوسہ ڈالتا ہے کہ ان خیالات کے یعنی دوسروں کے گناہ کم ہونے اور دوسروں کی طاعات کے زیادہ ہونے کا تو واقع کوئی ثبوت نہیں پھر خواہ مخواہ ان میں پڑنا سوائے خبط الحواسی ① کے اور کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اس کا جواب الزامی دیجئے اور نفس و شیطان سے پوچھئے کہ جو باتیں اور خیالات تو القاء② کرتا ہے مثلاً اپنے بڑا ہونے کا کیا وہ سب واقعی ہوتی ہیں؟ اگر غور سے دیکھیں تو شیطان کے القاء کردہ خیالات یعنی ترفع ③ اور تکبر کی باتیں سب بے اصل اور محض وہمی اور خیالی ہوتی ہیں چنانچہ ایک ذرا سے بچے کو دیکھئے کہ جب وہ کسی سے لڑتا ہے تو وہ بھی دوسرے سے کہتا ہے کہ میں تجھے مار ڈالوں گا اور زمین میں گاڑ دوں گا اور تیرے بڑوں تک کو سمجھ لوں گا اس وقت اس کے ذہن میں یہ سب باتیں سچ مچ ہوتی ہیں مگر کوئی صاحب بتا دیں کہ یہ باتیں کیا واقعی ہیں کیا وہ سچ مچ اس کو دفن کر سکتا ہے؟ اور اس کے حمایتیوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ ایک ہوا ہے جو سر میں بھر جاتی ہے اور اپنے آپ کو بڑا دکھاتی ہے تو جب شیطان خود اپنا کام بنانے کے لئے خیالی باتوں سے کام لیتا ہے تو ہم بھی اس کے جواب میں خیالی باتوں سے کام لیں تو کیا حرج ہے؟ یہ ایسا جواب ہے کہ اس کے آگے نفس اور شیطان کو کچھ جواب نہیں آ سکتا اور یہ جواب الزامی بھی ہے اور تحقیقی بھی ہے الزامی ہونا تو ظاہر ہے اور تحقیقی ہونا اس طرح ہے کہ یہ بات اپنے موقع پر ثابت ہو چکی ہے کہ خیالی بات بھی موثر ہوتی ہے۔ چنانچہ شیطان خیالی بات ہی سے گناہ کرا دیتا ہے پھر خیالی بات کو اگر ہم اچھے مقصود میں موثر بنائیں تو کیا استبعاد ہے؟ غرض اپنا کبر مٹانے کے لئے خیال ہی سے

① بدحواسی ② میرے دل میں ڈالتا ہے ③ بڑائی اور تکبر کی باتیں۔

کام لیجئے اور اس کو فضول بات نہ سمجھئے۔ دنیا کے ہزاروں کام ہیں جو خیال ہی پر مبنی ہیں بڑے بڑے مکانات اور اعلیٰ پیمانہ کی تجارتیں محض اس خیال پر مبنی ہیں کہ شاید ہماری عمر دراز ہو جائے تو اس سے راحت ملے گی حالانکہ یہ محض ایک خیالی ڈھکوسلہ ہے پھر ازالۂ کبر ہی کے لئے خیالی باتوں سے آپ کو کیوں پرہیز ہے۔

ایک بزرگ کا حال

ایک بزرگؒ کا قصہ ہے کہ آپ چلے جاتے تھے راستہ میں ایک کتا ملا وہ سامنے سے آتا تھا راستہ تنگ تھا اور آس پاس کیچڑ تھی دونوں یک دم سے نہیں جاسکتے تھے۔ بس یہی صورت تھی کہ یا تو یہ کیچڑ میں اترتے یا وہ اترتا۔ بالاخر یہ بھی کھڑے ہو گئے وہ بھی کھڑا ہو گیا انہوں نے کتے سے کہا کہ راستہ چھوڑ کر کیچڑ میں اتر جا اس نے کہا تم کیوں نہیں اترتے؟ انہوں نے کہا کہ میں مکلف ہوں میرے کپڑے یا بدن ناپاک ہو جائیں گے تو نماز نہ ہوگی۔ اس نے کہا اگر کپڑے نجس ہو گئے تو پانی سے ذرا سی دیر میں پاک ہو سکتے ہیں لیکن میرے اترنے سے جو آپ کے باطن میں نجاست پیدا ہوگی کہ مجھ سے اپنے کو بڑا سمجھا اور کیچڑ میں نہ اترے تو یہ ناپاکی ہزار سمندروں سے بھی پاک نہ ہوگی۔ میں تو اتر ہی جاؤں گا میرا کیا بگڑے گا اور تمہارا قلب بگڑ جائے گا اور وہ سمندر میں بھی دھونے سے پاک نہ ہوگا۔ یہ سن کر ان پر ایک حالت طاری ہوئی اور بہت روئے اور کیچڑ میں اتر پڑے①۔

حضرت بایزیدؒ کا حال

حضرت بایزیدؒ کی حکایت ہے کہ ایک بار راستہ میں ایک کتے سے دامن بچا کر نکلے کتے نے کہا میری ظاہری نجاست کو دیکھا اور اپنی باطنی نجاست کو نہ دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے دوستی کر لوں اس نے جواب دیا کہ تمہارا میرا کیا ساتھ؟ تمہاری تعظیم و تکریم ہوتی ہے اور مجھ کو ہر شخص دُھتکارتا ہے اس پر یہ بہت روئے اور کہا کہ جب ایک کتا مجھے دوستی میں قبول نہیں کرتا تو حق تعالیٰ کے مقبول بننے کا کیسے خیال کیا جائے؟۔ انہی بزرگ کی ایک اور حکایت ہے جس کو شیخ نے بوستاں میں لکھا ہے۔

① ان کی یہ گفتگو یا تو حقیقتاً ہوئی اور بطور کرامت کتے کو زبان دی گئی یا بطور الہام۔

شنیدم کہ روزے سحر گاہ عید ز گرما برآمد برون بایزید ①

قصہ یہ ہے کہ حضرت بایزیدؒ ایک دفعہ عید کے دن حمام میں سے غسل کر کے کپڑے بدل کر نکلے راستہ میں جارہے تھے کہ کسی نے کوٹھے پر سے کوڑے کا ٹوکرا سر پر پھینک دیا یہ ایسی بات تھی کہ اس پر اتنے بڑے شخص کو جتنا بھی غصہ آتا کم تھا مگر ان بزرگ نے کچھ بھی نہیں کہا اور سیدھے گھر کو چلے آئے اور نہا دھو کر دوسرے کپڑے پہن لئے پیشانی پر بل بھی تو نہیں پڑے۔

ایک تو یہ ان حضرات کے حالات ہیں اور ایک ہمارے حالات ہیں کہ ٹوکرا تو کہاں اگر کوئی بات بھی خلاف مزاج کہہ دے تو آپے میں نہ رہیں رگیں پھول جائیں آنکھیں سرخ ہو جائیں منہ میں جھاگ آجائے اور بلا انتقام لئے ہرگز نہ مانیں اور سزا میں بھی یہ نہ ہو کہ جرم کے برابر ہی سزا دیں اور بدلہ پر اکتفا کریں بلکہ جہاں تک بھی قابو چلے اس کی عقوبت میں کمی نہ کریں ترفع کا مادہ انسان میں طبعاً رکھا ہوا ہے بڑے بڑے مجاہدوں سے اصلاح ہوتی ہے۔

آج کل بجائے اس کے کم کرنے کے نئی چال یہ نکلی ہے کہ اس کو بالقصد حاصل کیا جاتا ہے اور ہر ہر بات میں دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں وضع میں بھی چال ڈھال میں بھی بات چیت میں بھی۔

نوٹ: اس وعظ کا بقیہ تیسرا حصہ اگلے شمارے میں چھپے گا جس کی ابتدا اس عنوان سے ہو رہی ہے (ہمارا حال)۔

---

① میں نے سنا کہ ایک روز عید کی صبح کے وقت بایزید حمام سے باہر نکلے"

اخبار الجامعة

ماہ اکتوبر/ نومبر 2025

اسفار حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی

❁ 21 اکتوبر: حضرت مولانا ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی صاحب مدظلہ نے روسہ بھیل نزد رائیونڈ میں ختم نبوت کانفرنس میں تلاوتِ قرآن حکیم فرمائی۔

❁ 26 اکتوبر: ادارۃ الفرقان شالیمار لاہور تقریب حفظ القرآن میں تلاوتِ قرآن حکیم کے بعد حفاظِ کرام کی دستار بندی فرمائی۔

❁ 6 نومبر: تحریک پاکستان کے نامور رہنما خطیب اسلام حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی صاحبؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا نظام الحق تھانوی صاحب دامت برکاتہم آف آسٹریلیا نے جامعہ ہٰذا میں طلباء اور اساتذہ کرام سے خطاب فرمایا۔

❁ 8 نومبر: بعد ظہر مدرسہ ابی ابن کعبؓ باگڑیاں لاہور میں تلاوتِ قرآن کے بعد کامیاب طلباء کو انعامات سے نوازا۔ بعد عشاء جامع مسجد تلوار انارکلی لاہور حضرت قاری صاحب نے ختم نبوت کانفرنس میں تلاوتِ قرآن پاک اور خطاب فرمایا۔

❁ 9 نومبر: مدرسہ امداد العلوم رحمان پورہ لاہور اصلاحی اجتماع کے موقع پر تلاوتِ قرآن حکیم فرمائی۔ اس کے بعد حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کی عیادت فرمائی۔

❁ 15 نومبر: بزمِ حسّان کے زیرِ اہتمام بیت النور لاہور میں مسابقۂ حسنِ قراءت وحمد و نعت میں تلاوتِ قرآن حکیم کے بعد پوزیشن ہولڈرز اور مہمانانِ گرامی کو انعامات سے نوازا۔

❁ 16 نومبر: ڈنگہ کھاریاں قاری اقبال صاحب کے ہاں تکمیلِ حفظ القرآن الکریم کی تقریب میں تلاوتِ قرآن کے بعد خطاب فرمایا۔

❁ 19 نومبر: وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا سالانہ امتحانی کمیٹی کا اجلاس خیر المدارس ملتان میں منعقد ہوا جس میں امتحان حفظ سے متعلق اہم تجاویز پیش فرمائیں۔
بعد عشاء مدینۃ العلم رنگیل پور سندر ختم نبوت کانفرنس میں تلاوتِ قرآنِ حکیم فرمائی۔